REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO. R.N. 61/57

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

POSTAL REGISTRATION NO. P/GDP-23

جلد ۴۴ — شمارہ ۵

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

ہفت روزہ بدر قادیان

THE WEEKLY "BADR" QADIAN-143516

ایڈیٹر: منیر احمد خادم

نائبین: قریشی محمد فضل اللہ، محمد نسیم خان

شرح چندہ: سالانہ ۱۰۰ روپے۔ بیرونی ممالک: بذریعہ ہوائی ڈاک ۲۰ پاؤنڈ یا ۳۰ ڈالر امریکن۔ بذریعہ بحری ڈاک: دس پاؤنڈ یا ۲۰ ڈالر امریکن

ہفت روزہ بدر قادیان ۱۴۳۵۱۶

یکم رمضان ۱۴۱۵ ہجری — ۲ر تبلیغ ۱۳۷۴ ہش — ۲ر فروری ۱۹۹۵ء

اخبار احمدیہ

لندن ۳۰ر جنوری (ایم ٹی اے) سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اللہ تعالیٰ کے فضل سے بخیر و عافیت ہیں۔ الحمد للہ۔ احباب کرام پیارے آقا کی صحت و سلامتی درازیٔ عمر خصوصی حفاظت اور مقاصد عالیہ میں معجزانہ فائز المرامی کے لئے دعائیں کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر آن حضور انور کا حامی و ناصر ہو اور تائید و نصرت فرمائے۔

-:-

درس الحدیث

ماہ رمضان کی فضیلت و برکات

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِّحَتْ اَبْوَابُ السَّمَاءِ وَفِیْ رِوَايَةٍ فُتِّحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِيْنُ وَفِیْ رِوَايَةٍ فُتِّحَتْ اَبْوَابُ الرَّحْمَةِ (متفق علیہ)

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت رمضان داخل ہوتا ہے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں ایک روایت میں ہے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین قید کر دیئے جاتے ہیں ایک روایت میں ہے کہ رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ يُضَاعَفُ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا اِلٰى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِلَّا الصَّوْمَ فَاِنَّهُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِهٖ يَدَعُ شَهْوَتَهٗ وَطَعَامَهٗ مِنْ اَجْلِیْ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهٖ وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهٖ وَلَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ فَاِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ اَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ فَاِنْ سَابَّهٗ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَهٗ فَلْيَقُلْ اِنِّیْ امْرُءٌ صَائِمٌ (متفق علیہ)

ترجمہ:۔ حضرت (ابو ہریرہ) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابن آدم جو نیک عمل کرتا ہے اس کو دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔ سات سو نیکیوں تک اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ روزے کے سوا کیونکہ وہ میرے لئے ہے اور میں اس کا بدلا دوں گا وہ اپنی شہوت اور اپنا کھانا میری وجہ سے چھوڑ دیتا ہے۔ روزہ دار کے لئے دو خوشی کے وقت ہیں جب وہ روزہ افطار کرتا ہے اور جس وقت اپنے پروردگار سے ملاقات کرے گا اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی بو سے زیادہ خوشتر ہے روزے ڈھال ہیں جس دن تم میں سے کسی کا روزہ ہو فحش بات نہ کرے شور نہ مچائے اگر کوئی اس کو گالی دے یا اس سے لڑے وہ کہے میں روزہ دار ہوں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔ (متفق علیہ)

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص رمضان کے روزے ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے رکھتا ہے اس کے رمضان سے پہلے کے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں جس شخص نے رمضان کی راتوں کا قیام ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے کیا اس کے پہلے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں جس نے لیلۃ القدر کا قیام ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے کیا اس کے پہلے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

ضروری اعلان

ادارہ بدر ماہ مارچ میں مخالفین احمدیت کے اعتراضات کے جوابات پر مشتمل ایک خصوصی نمبر شائع کر رہا ہے۔ جو جماعتیں یا احباب اس خصوصی شمارہ کی زائد کاپیاں منگوانا چاہیں وہ ابھی سے آرڈر بک کروا دیں۔ ایک شمارہ کی رعایتی قیمت ۵ روپے مقرر کی گئی ہے۔ غیر احمدی بھائیوں اور زیر تبلیغ افراد کو دینے کے لئے اسی طرح تبلیغی میدان میں ذاتی معلومات کے لئے بھی یہ شمارہ آپ کے لئے مفید ہوگا۔ انشاء اللہ

(ادارہ)

منیر احمد حافظ آبادی ایم اے پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائیٹر۔ نگران بورڈ بدر قادیان۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ
ہفت روزہ بدر قادیان
مورخہ ۲/ تبلیغ ۱۳۷۴ ہش

رمضان المبارک اور آسمانی مائدہ

اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر و احسان ہے کہ ایک مرتبہ پھر ہمیں اپنی زندگی میں رمضان کا بابرکت مہینہ دیکھنا نصیب ہو رہا ہے اس مہینہ کی برکات و فیوض کے متعلق قرآن مجید نے خاص طور پر روشنی ڈالی ہے دراصل یہ مہینہ عبادات کو عروج تک پہنچانے حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ادا کرنے کا بہترین موقعہ پیدا کرتا ہے۔ ایک مسلمان اپنے کھانے پینے کے اوقات میں کمی کر کے خدا کی عبادت میں وہ لمحات صرف کرتا ہے اور دوسری طرف اس کے بندوں کی خدمت میں حصہ لے کر خالق حقیقی کی خوشنودی حاصل کرتا ہے ایک روحانی اور پر کیف ماحول میسر آ جاتا ہے۔ اس ماہ میں سرکار دو عالم عبادات و ریاضات کے ساتھ ساتھ صدقہ و خیرات میں بہت زیادہ حصہ لیتے تھے۔

ارشاد خداوندی ہے جو شخص بھی اس مہینہ میں اپنی مستقر پر موجود ہو یعنی مسافر نہ ہو اور مریض بھی نہ ہو تو وہ ضرور روزے رکھے بصورت دیگر دوسرے ایام میں یہ گنتی پوری کرنی (یعنی ۳۰ دن) ضروری ہوگی۔ اگرچہ کہ مجبوری کی صورت میں فدیہ بھی دیا جا سکتا ہے لیکن روزہ سے بہتر کوئی امر نہیں اسی کے ذریعہ قرب خداوندی میسر آتا ہے اور دعائیں قبولیت کا مقام پاتی ہیں اور جو شخص بغیر رخصت کے رمضان کا ایک روزہ بھی چھوڑتا ہے تمام عمر روزہ رکھنا بھی اس کی قضا نہیں بن سکتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی رمضان کی فضیلت و برکات نہایت دلنشین انداز سے بیان فرمائی ہیں آپ نے فرمایا جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین جکڑ دیئے جاتے ہیں نیز فرمایا کہ جو شخص رمضان کے روزے ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے رکھتا ہے اس کے پہلے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور جس نے رمضان کی راتوں کا قیام ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے کیا اس کے پہلے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں جس نے لیلۃ القدر کا قیام ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے کیا اس کے پہلے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اس مقدس مہینہ کا پہلا عشرہ رحمت دوسرا مغفرت اور تیسرا آگ سے بچنے کا ذریعہ بنتا ہے۔

ایک موقعہ پر آپ نے فرمایا بڑا ہی بدقسمت ہے وہ جس کی زندگی میں رمضان آیا اور اس نے اپنے گناہ نہ بخشوا لئے۔ حضرت سلمان فارسی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کی آخری تاریخ کو ہم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا "اے لوگو تم پر ایک بڑی عظمت و شان کا مہینہ جلوہ گر ہونے والا ہے ایک برکتوں کا مہینہ جس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے بھی بہتر ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے فرض کئے ہیں اور اس کی رات کی عبادت کو نفل ٹھہرایا ہے اس مہینہ میں جو شخص کسی نفل عبادت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرے تو اسے نفل کا ثواب عام دنوں میں فرض ادا کرنے کے برابر ملے گا اور جس نے اس مہینہ میں ایک فرض ادا کیا اسے عام دنوں کے ستر فرض کے برابر ثواب ملے گا اور یہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے اور یہ ہمدردی و غمخواری کا مہینہ ہے اور ایسا مہینہ ہے جس میں مومن کا رزق بڑھایا جاتا ہے جو شخص اس مہینہ میں روزہ دار کی افطاری کرواتا ہے تو یہ عمل اس کے گناہوں کی معافی کا ذریعہ بن جاتا ہے اور اسے آگ سے آزاد کیا جاتا ہے۔ اور اسے روزہ دار کے اجر کے برابر ثواب ملتا ہے بغیر اس کے کہ روزہ دار کے اجر میں کچھ کمی ہو صحابہ رسول نے عرض کیا کہ ہم میں سے ہر ایک کی اتنی توفیق نہیں کہ روزہ دار کی افطاری کا انتظام کر سکے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ افطاری کا یہ ثواب اس شخص کو بھی عطا کرتا ہے جو روزہ دار کو ایک گھونٹ سے دودھ میں پانی ملا کر یا کھجور سے یا پانی کے ایک گھونٹ سے ہی روزہ کھلوا دیتا ہے اور جو حوض سے ایسا شربت پلائے گا کہ اسے کبھی پیاس نہیں لگے گی یہاں تک کہ وہ جنت میں داخل ہوگا اور یہ ایسا مہینہ ہے جس کی ابتدا نزول رحمت ہے اور جس کا وسط مغفرت ہے اور جس کا آخر کامل اجر پانے یعنی آگ سے آزاد ہونے کا زمانہ ہے۔ اور جو شخص اس مہینہ میں اپنے مزدور یا خادم سے اس کے کام کا بوجھ ہلکا کرتا ہے اور کم خدمت لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو بھی بخش دے گا اور اسے آگ سے آزاد کر دے گا۔

(مشکوٰۃ المصابیح)

روزہ کا مطلب صرف یہی نہیں ہے کہ طلوع آفتاب سے پہلے سحری کر لی اور غروب آفتاب کے وقت افطاری اور بس۔ سارا دن بھوکے پیاسے رہنے کا کوئی فائدہ نہیں جب تک اس کی روح کو سمجھتے ہوئے عبادات و ذکر الٰہی سے ان لمحات کو پُر نہ کیا جائے۔ جو شخص روزہ رکھ کر بھی جھوٹ اور برے کام نہیں چھوڑتا اللہ تعالیٰ کو اس کے بھوکا پیاسا رہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اسی طرح اگر روزہ دار سے کوئی جھگڑا کرے تو اسے یہ کہہ کر الگ ہو جانا چاہیئے کہ میں روزہ دار ہوں میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ تمہارے ساتھ الجھ کر اپنے قیمتی لمحات ضائع کر دوں اگر رمضان گذرنے کے ساتھ ساتھ گناہوں اور بدیوں کا بوجھ ہلکا ہوتا ہوا دکھائی نہ دے تو سوائے بھوک اور پیاس کی مشقتوں کے اور کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا اس روحانی ماحول اور ایام مبارکہ میں ایک روح چل پڑتی ہے جس میں انسان کو اپنی بدیاں دور کرنے کا بالخصوص موقعہ ملتا ہے اور ایک ماہ کی مسلسل ریاضت کے نتیجہ میں بہت حد تک اس سے دوری حاصل ہو جاتی ہے سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ نے اپنے تازہ ترین خطبہ جمعہ میں ایک بند سے کی توبہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ رمضان المبارک میں ہمیں گناہوں کے شہر سے خاص طور پر ہجرت کرتے ہوئے نیکیوں کی طرف قدم بڑھانے ہیں اگرچہ کہ پورے طور پر نیکیوں کے شہر میں داخل ہو جانا تو ہمارے بس میں نہیں تا ہم وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ کی دعا کرتے ہوئے اگر ہم قدم آگے بڑھاتے رہیں گے تو رحمت الٰہی بھی ہمارے شامل حال ہو جائے گی پس اللہ تعالیٰ سے ہی توفیق و طاقت طلب کرنی چاہیئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالیٰ ہی کی ذات ہے جو توفیق عطا کرتی ہے اور ہر شے خدا تعالیٰ ہی سے طلب کرنی چاہیئے خدا تعالیٰ تو قادر مطلق ہے وہ اگر چاہے تو ایک مدقوق کو بھی روزہ کی طاقت عطا کر سکتا ہے تو فدیہ سے یہی مقصود ہے کہ وہ طاقت حاصل ہو جائے اور یہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہوتا ہے پس میرے نزدیک خوب ہے کہ (انسان) دعا کرے کہ الٰہی یہ تیرا ایک مبارک مہینہ ہے اور میں اس سے محروم رہا جاتا ہوں اور کیا معلوم کہ آئندہ سال زندہ رہوں یا نہ یا ان فوت شدہ روزوں کو ادا کر سکوں یا نہ اور اس سے توفیق طلب کرے تو مجھے یقین ہے کہ ایسے دل کو خدا تعالیٰ طاقت بخش دے گا۔ (ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۲۵۸-۲۵۹)

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

روایتی زیورات جدید فیشن کے ساتھ
شریف جیولرز
پروپرائیٹرز:۔
حنیف احمد کامران
حاجی شریف احمد
اقصیٰ روڈ۔ ربوہ۔ پاکستان
PHONE: 04524 - 649,

طالبانِ دعا:۔
آٹو ٹریڈرز
AUTO TRADERS
۱۶ بینٹنگ لین کلکتہ۔ ۷۰۰۰۰۱

ارشادِ نبوی
احفظ لسانک
(تو اپنی زبان کی حفاظت کر)
— (منجانب) —
یکے از اراکین جماعت احمدیہ ممبئی

خطبہ جمعہ

محمد رسول اللہ کے خلق لے کر چلیں تو فتح آپ کے قدم چومے گی

تمام دنیا کی فتح کا راز حسن محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہے

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بتاریخ ۲ دسمبر ۱۹۹۴ء مطابق ۲ فتح ۱۳۷۳ہش بمقام مسجد فضل لندن

خطبہ کا یہ متن ادارہ بدر اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له و أشهد أن محمدا عبده ورسوله. أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم. بسم الله الرحمن الرحيم. الحمد لله رب العلمين ۝ الرحمن الرحيم ۝ ملك يوم الدين ۝ إياك نعبد وإياك نستعين ۝ اهدنا الصراط المستقيم ۝ صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين ۝

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ (الحجرات: ۱۴)

اسلامی معاشرہ کی جو تصویر قرآن کریم نے مختلف مقامات پر کھینچی ہے اور جس پر حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے واضح عمل کر کے دکھا دیا۔ اس میں جو سب سے نمایاں قابل ذکر بات ہے وہ یہ ہے کہ تمام قسم کے کینوں اور بغضوں کو اس سوسائٹی سے الگ کر کے پھینک دیا گیا اور ہر طرح سے ان کے نفوس کو گویا آسمان کے پاک پانی سے دھو کر صاف کر دیا گیا اور پھر اس کی جگہ وہ پاکیزہ پودے لگائے گئے جن کا نام تقویٰ ہے اور جب تک پہلے یہ صفائی نہ ہو اس وقت تک تقویٰ کا پودا دلوں کی سرزمین پر لگ ہی نہیں سکتا۔ یہی مضمون ہے جو قرآن کریم نے مختلف صورتوں میں بیان فرمایا، مختلف شکلوں میں ہمارے سامنے کھولا۔ اور یہ جو ایک دوسرے پر فضیلت کے دعوے کرنا ہے، ایک دوسرے پر اپنی قومی برتری ثابت کرنا اور دوسرے کو حقیر دیکھنا ہے یہ بھی وہی رجحانات ہیں جو تقویٰ کی جڑوں کے لئے زہریلے ثابت ہوتے ہیں اور اس ماحول میں تقویٰ پل نہیں سکتا۔

اسی لئے قرآن کریم کی جو آیت میں نے آپ کے سامنے رکھی ہے اس میں بالآخر اس مضمون کی کھل کر وضاحت فرمائی گئی ہے۔ فرمایا، اے لوگو یقیناً ہم نے تمہیں "ذکر" اور "انثیٰ" یعنی مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے۔ یہاں دیکھیں قرآن کی فصاحت و بلاغت ہے کہ مسلمانوں کو یا مومنوں کو مخاطب نہیں فرمایا بلکہ تمام بنی نوع انسان کو مخاطب فرمایا ہے کیونکہ دراصل اس آیت کا منطوق یہ ہے کہ اسلام صرف مسلمانوں میں بھائی چارہ پیدا کرنے کے لئے نہیں آیا بلکہ تمام بنی نوع انسان کو ایک ہاتھ پر اکٹھا کرنے کے لئے آیا ہے۔ اس لئے ان کی مشترک تاریخ، ان کے مشترک پس منظر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہارے ماں باپ سب کے مرد اور عورت ہی ہیں اور اس پہلو سے تمہارے درمیان کوئی تفریق نہیں ہے۔

"وجعلنکم شعوباً وقبائل لتعارفوا" ہم نے جو تمہیں قبیلوں اور گروہوں میں بانٹا ہے تو تمہارے دلوں میں تفریق پیدا کرنے کے لئے نہیں بلکہ ایک دوسرے کی شناخت کی خاطر۔ یہ شناخت کا جو مفہوم ہے یہ ناموں سے خوب کھل کر سامنے آجاتا ہے۔ ہم جب نام رکھتے ہیں یہ فلاں ہے، یہ فلاں ہے، تو یہ مقصد تو نہیں ہوتا کہ ایک کو دوسرے پر فضیلت دی جائے یا ایک کو دوسرے سے جدا کر دیا جائے۔ مقصد صرف یہی ہے کہ پہچان ہو۔ تو جس طرح انفرادی پہچان میں انفرادی نام کام آتے ہیں اسی طرح نسبتاً وسیع پہچان کے لئے قبائل اور بعض گروہی تشخصات کے پیش نظر ہم پہچان لیتے ہیں کہ فلاں قوم فلاں قسم کی ہے، فلاں جگہ سے تعلق رکھتی ہے۔ فلاں شخص فلاں قوم سے تعلق رکھتا ہے تو تعارف اور تعین میں آسانی ہو جاتی ہے۔

"ان اکرمکم عند اللہ اتقکم" جہاں تک عزت کا تعلق ہے یاد رکھو ان چیزوں کا ان تقسیموں کا عزت سے کوئی دور کا بھی تعلق نہیں۔ "ان اکرمکم عند اللہ اتقکم" تم میں سب سے معزز خدا کے نزدیک وہ ہے جو سب سے زیادہ اس کا تقویٰ اختیار کرتا ہے۔ اور اللہ کی نظر میں جو اچھا ہے وہی حقیقت میں اچھا ہے باقی دنیا کی نظر میں تو بڑے بڑے گندے بھی اچھے بن جایا کرتے ہیں اور ان کے اچھا کہلانے کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ "ان اللہ علیم خبیر" اور اللہ ہی ہے جو تقویٰ کی پہچان رکھتا ہے کیونکہ انسان تو علیم و خبیر نہیں ہے اس لئے ہر شخص اپنے تقویٰ کے معاملہ میں اپنے خدا کی نظر میں ہے اس بات کا خیال کرو اور وہی ہے جو تمہیں متقی قرار دے تو تم متقی ہو گے ورنہ نہیں۔

اس تعلق میں میں وہ احادیث پیش کر رہا تھا جس میں بعض معاشرے کی خرابیوں کی وجہ سے بھائی بھائی سے کٹ جاتا ہے، بہن بہن کے خلاف ہو جاتی ہے۔ رشتوں میں رخنے ڈالے جاتے ہیں۔ بہو اور ساس کے جھگڑے، ساس اور بہو کے وغیرہ وغیرہ۔ اور سارا معاشرہ نفرتوں میں تقسیم ہو جاتا ہے اس معاشرے کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے اس کی اصلاح کی جتنی بھی کوشش کی جائے وہ اس لئے کم دکھائی دیتی ہے کہ ہر ایسے خطبات کے دور کے بعد جب میں نے اپنی طرف سے اس مضمون کو خوب کھول کر بیان کیا پھر بھی شکایتیں جاری رہیں یہ درست ہے کہ بعض جگہ سے بہت ہی خوشکن باتیں بھی سامنے آئیں بعض مردوں نے اپنی دیرینہ عادت کو تبدیل کر دیا اور اپنی بیویوں سے معافیاں مانگیں اور اس کے بعد ان کی بیویوں کے دعاؤں کے خطوط ملے کہ ہمارے خاوند میں تو ایک عجیب پاک تبدیلی پیدا ہو گئی ہے۔ بعض بہوؤں نے اپنی ساسوں کو دعائیں دیں کہ پہلے میری زندگی اجیرن تھی اب تو میں بیٹی کی طرح رہتی ہوں۔ تو یہ واقعات ہوتے رہتے ہیں جن سے حوصلہ بڑھتا ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے۔ "فذکر ان نفعت الذکریٰ" تو نصیحت کرتا چلا جا کیونکہ نصیحت فائدہ ضرور پہنچاتی ہے مگر یہ کہنا کہ ان بد عادات کی بیخ کنی ہو چکی ہے، جڑوں سے اکھڑ گئی ہیں یہ درست نہیں ہے۔ یہ تو ایک دائمی جنگ ہے جو خدا کے بندوں اور شیطان کے بندوں کے درمیان چلتی ہی چلی ہے اور بندے تو بظاہر سب خدا کے ہیں لیکن کچھ "عبد الطاغوت" قرآن کے بیان کے مطابق وہ اپنے آپ کو خود شیطان کا بندہ بنا لیتے ہیں۔ پس اس پہلو سے یہ لڑائی جاری ہے۔ اور ہمیں کوشش یہ کرنی ہے کہ خدا کے بندے اس حد تک غالب آجائیں۔

اور غالب رہیں کہ ان کا حسن ہی معاشرے کی پہچان بن جائے۔ ان چند آدمیوں کی بدی معاشرے کی پہچان نہ ہو، جو ہر معاشرے میں بد انسانوں کے طور پر پائے جاتے ہیں اتفاقاً حسن نہ ہو استثناء بدصورتی بن جائے۔

یہ وہ جہاد ہے جس میں ہمیں ہمیشہ مستقلاً اپنی طاقتوں کو اپنی تمام تر طاقتوں کو جھونکے رکھنا ہے اور یہ جہاد کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔ لیکن جوں جوں اس جہاد میں ہم آگے بڑھتے ہیں بیدار مغزی سے ان چیزوں کا خیال کرتے ہیں رفتہ رفتہ اور علاقوں کو اور جگہوں کو زرخیز بناتے چلے جاتے ہیں اور تسکین بڑھتی چلی جاتی ہے۔ پس یہ محنت ہے جس سے تھکنا نہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ ہم آخری دم تک تھکے بغیر حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی سیرت کو اپنی سیرت بنانے کی کوشش کرتے رہیں گے۔

جہاں تک چغلی کا تعلق ہے اور اس سے ملتے جلتے عیوب کا تعلق ہے ان میں بنیادی بات وہی احساس کمتری ہے جو میں نے پہلے بیان کی تھی۔ اپنے بھائی کی کسی خوبی کو برداشت نہ کرسکنا اور اپنے احساس کمتری کا بدلہ اس طرح پر لینا کہ اس کی خوبی کو بدی بنا کر دکھایا جائے یا بدیوں کی تلاش کی جائے اور انہیں باہر نکال کر اچھالا جائے تاکہ لوگوں کی نظر میں جو اس کی عزت ہے وہ جاتی رہے۔ اس قسم کی تمام قبیح حرکتیں قرآن کریم نے کلیۃً منع فرمائی ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اس مضمون کو ہمارے سامنے مختلف رنگ میں کھولا ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: صَعِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ الْمِنْبَرَ فَنَادٰى بِصَوْتٍ رَفِيْعٍ فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ مَنْ أَسْلَمَ بِلِسَانِهٖ وَلَمْ يُفْضِ الْاِيْمَانُ اِلٰى قَلْبِهٖ لَا تُؤْذُوا الْمُسْلِمِيْنَ وَلَا تُعَيِّرُوْهُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا عَوْرَاتِهِمْ فَاِنَّهٗ مَنْ تَتَبَّعَ عَوْرَةَ اَخِيْهِ الْمُسْلِمِ يَتَتَبَّعِ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ وَمَنْ يَتَتَبَّعِ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ يَفْضَحْهُ وَلَوْ فِيْ جَوْفِ رَحْلِهٖ. (ترمذی، ابواب البر والصلۃ، باب ماجاء فی تعظیم المؤمن)

(ترمذی ابواب البر والصلۃ)

ترمذی ابواب الصلۃ سے یہ حدیث لی گئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ایک مرتبہ منبر پر کھڑے ہو کر بڑی پر شوکت اور بلند آواز سے فرمایا کہ اے لوگو! تم میں سے بعض بظاہر مسلمان ہیں لیکن ان کے دلوں میں ابھی ایمان راسخ نہیں ہوا۔ انہیں میں متنبہ کرتا ہوں کہ وہ مسلمانوں کو طعن و تشنیع کے ذریعے تکلیف نہ دیں یعنی وہ جو اپنی زبان اپنے بھائیوں پر دراز کرتا ہے اور طعنے دے کر ان کو تکلیف دیتا ہے ان کے متعلق آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے بڑے جلال کے ساتھ بڑی پر شوکت آواز میں، فرمایا کہ میں تمہیں متنبہ کرتا ہوں فرمایا وہ مسلمانوں کو اپنے طعن و تشنیع سے تکلیف نہ دیں۔ نہ ان کے عیبوں کا کھوج لگاتے پھریں ورنہ یاد رکھیں کہ جو شخص کسی کے عیب کی جستجو میں ہوتا ہے اللہ اس کے اندر عیوب کو لوگوں پر ظاہر کر کے اس کو ذلیل و رسوا کر دیتا ہے۔ پس اس سے زیادہ خوفناک اور کیا سزا انسان کو مل سکتی ہے کہ آپ اپنے بھائی کے عیبوں کی تلاش میں ہوں اور اللہ جو آپ کے عیوب کو جانتا ہے وہ اپنی ستاری کا پردہ اٹھا لے اور آپ دنیا کے سامنے ننگے ہو جائیں۔ پس ہر وہ شخص جو خدا تعالیٰ کی ستاری چاہتا ہے اس کے لئے لازم ہے کہ اپنے بھائی سے ستاری سے کام لے کجا یہ کہ پردے اٹھا اٹھا کر جھانکے

اسلام صرف مسلمانوں میں بھائی چارہ پیدا کرنے کے لئے نہیں آیا بلکہ تمام بنی نوع انسان کو ایک ہاتھ پر اکٹھا کرنے کے لئے آیا ہے

ستاری کا مفہوم تو یہ ہے کہ ہم ننگے ہیں اور اللہ کی نظر میں ہمارے سب عیوب ہیں اس کے باوجود ہمیں ڈھانپتا ہے جیسے سردیوں کی راتوں میں بعض مائیں اپنے بچوں کو اٹھ اٹھ کر ڈھانپتی ہیں۔ کہیں سے بدن باہر نکلا ہو تو اس خطرے سے کہ اس کو تکلیف نہ پہنچے یعنی ہر قسم کے جراثیم فضاؤں میں ہیں۔ ٹھنڈ کے وقت حملہ کر دیتے ہیں تو ان سے ڈھانپنے کے لئے مائیں بعض دفعہ بے چین ہو ہو کر راتوں کو اٹھتی ہیں، تشویش کی وجہ سے اٹھتی ہیں اور اکثر بچوں کے اوپر سے کپڑے اترے ہوئے ہوتے ہیں۔

انسان تو ایسا ننگا ہے کہ اس کی کہانی کا آغاز ہی ننگ سے ہوا ہے۔ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ وہ ننگا ہو چکا تھا اور پھر مغفرت کے لئے اپنے تن ڈھانپنے کے لئے جنت کے پتے ڈھونڈتا رہا ان سے اپنے تن کو ڈھانپنے کی کوشش کرتا رہا اور اللہ نے اسے سمجھایا کہ کیسے تن کو ڈھانپا جاتا ہے اور وہ مغفرت کی دعائیں سکھائیں جن کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے اس کی عورہ کو ڈھانپ لیا اس کے ننگ کو ڈھانپ لیا۔

ہم تو وہ انسان ہیں جن کی کہانی کا آغاز ہی ننگ سے ہوا ہے اس لئے کوئی یہ کہے کہ آدم تو ننگا تھا میں ننگا نہیں ہوں۔ آدم کے عیوب تو چھپے ہوئے نہیں تھے میرے عیوب چھپے ہوئے ہیں اور میرے قبضے میں ہیں وہ شخص بڑا ہی جاہل ہوگا اور جو ننگ کا فلسفہ ہے اس سے کلیۃً ناواقف ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ ننگ کا فلسفہ یہ ہے کہ ہر انسان ننگا ہے سوائے اس کے کہ اللہ اس پر ستاری کی چادر ڈالے اور جب آپ کسی کے عیوب کو تلاش کرتے ہیں تو خدا کی مخالفت کرتے ہیں۔ خدا نے جو ستاری کی چادر ڈالی ہوئی ہے اسے اٹھا اٹھا کے جھانکتے ہیں اس کو اللہ تعالیٰ برداشت نہیں کرتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم خبر دیتے ہیں کہ پھر اللہ اپنی چادر اس سے کھینچ لیتا ہے اور خدا کی ستاری اور اس کی ستاری کی چادر نہ ہو تو ہر انسان ہے ہی ننگا، عیوب سے بھرا پڑا ہے تو اس سے زیادہ اور کس طریق سے وضاحت کے ساتھ اور بڑے دردناک طریق پر لوگوں کو عیوب کی تلاش سے منع کیا جا سکتا تھا۔

اس حدیث کے سننے کے بعد، اس پر غور کرنے کے بعد انسان تصور بھی نہیں کر سکتا کہ اپنے بھائی کے عیوب کی تلاش میں رہے اور پھر تلاش کے بعد ان کے پردہ دری کرے۔ ان کو دنیا کے سامنے اس لئے ظاہر کرے کہ وہ انہیں ذلیل اور رسوا سمجھیں۔ آنحضور ؐ فرماتے ہیں کہ خدا تو ایسا ہے جو وہ ظاہر کر دے تو کوئی چیز بھی اس کو چھپا نہیں سکے گی۔

پھر حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ایک اور موقع پر فرمایا اور یہ بھی ترمذی کتاب البر والصلۃ سے روایت لی گئی ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا۔ طعنہ زنی کرنے والا، دوسروں پر لعنت کرنے والا اور فحش حرکتیں کرنے والا، جو معیوب، ناپسندیدہ، بے ہودہ حرکتیں ہوں اور زبان کا گندا، بدکلام، بدگو، یاوہ گوئی کرنے والا ان میں سے کوئی بھی مومن نہیں ہے۔ یس بمومن " پس مومن کی تعریف سے یہ ساری چیزیں نکال کے اس طرح باہر کر دی گئی ہیں کہ جس میں یہ موجود ہوں وہ مومن کی تعریف میں داخل ہی نہیں ہوتا بیک وقت یہ دونوں چیزیں اکٹھی نہیں رہ سکتیں۔ تو ہر شخص جو مومن کہلانے کا دعویدار ہے مومن بننے کی تمنا رکھتا ہے اسے معلوم تو ہونا چاہئے کہ وہ کون سی باتیں ہیں جو اس کے ایمان کو باطل کر دیں گی۔

ایک موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا (اور یہ حضرت ابو ہریرہ ؓ کی روایت ہے) "اپنے بھائی کی آنکھ کا تنکا تو انسان کو نظر آتا ہے لیکن اپنی آنکھ میں پڑا ہوا شہتیر وہ بھول جاتا ہے"۔ اب یہ جو محاورہ ہے کہ دوسرے کی آنکھ کا تنکا نظر آجانا اور اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہ آنا، یہ اصل میں حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہی کا فرمودہ محاورہ ہے۔

اب یہ عجیب بات ہے کہ اپنی آنکھ میں اگر ذرہ سا بھی تنکا یا تنکے کا ایک حصہ بھی ہو جو اسے تکلیف دیتا ہو تو وہ انسان کو نمایاں ہو کر دکھائی دیتا ہے یوں لگتا ہے جیسے شہتیر داخل ہو گیا ہے اور دوسرے کی آنکھ میں جو تکلیف دینے والی چیزیں ہیں وہ اس کو دکھائی نہیں دیتیں۔ یہاں شہتیر اور تنکے کی مثال میں یہ فرق ہے یعنی عام روزمرہ کے انسانی تجربے سے بہتر ہے کہ یہاں اپنی آنکھ کے تنکے سے مراد وہ برائی ہے جو موجود ہے اور وہاں موجود ہے جہاں دکھائی دینی چاہئے، وہ تمہیں دکھائی نہیں دیتی۔ اب آنکھ سے زیادہ اور کون سی جگہ ہے

جہاں برائی کا علم ہوجانا چاہیئے، جہاں معمولی سا ایک ذرہ بھی داخل ہو جائے تو آپ کو پتہ لگ جاتا ہے کہ کوئی غیر چیز آگئی ہے اور آنکھ جو دیکھنے کے لئے بنائی گئی ہے اسے اپنے اندر موجود اپنی برائیاں دکھائی نہیں دیتیں اور دوسرے کی آنکھ میں معمولی سا بھی نقص ہو کوئی برائی کوئی ذرہ بھی پایا جائے تو اتنا بڑا ہو کے دکھائی دیتا ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا جیسے الجزعة ہو۔ جزعہ کھجور کے اس تنے کو کہتے ہیں جسے کاٹ کر شہتیر میں تبدیل کیا گیا ہو۔ درست کر دیا گیا ہو یا چوکس بنا دیا گیا ہو اس کو "جزعہ" کہتے ہیں تو فرمایا کہ وہ تو اس کو شہتیر کی طرح دیکھتا ہے۔

یہ مثال اتنی سی کافی ہے اس کے آگے کسی نصیحت کی ضرورت نہیں یہ ایک رجحان کو بتاتی ہے اور اس رجحان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ناپسند فرمایا ہے۔ عربی شاعر نے اسی مضمون کو یوں بیان کیا ہے ؎

وعین الرضا عن کل عیب کلیلة
کما ان عین السخط تبدی المساویا

کہ انسان بھی کیا جاہل ہے کہ وہ آنکھ تو وہی ہے لیکن جب محبت کی نظر سے دیکھتا ہے تو ہر برائی نظر سے غائب ہوجاتی ہے۔ اور جب نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے تو جو برائی نہ بھی ہو وہ بھی دکھائی دینے لگتی ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہاں مضمون جھوٹ کا نہیں چل رہا بلکہ توازن کے بگاڑ کا مضمون ہے۔ ہر انسان میں کوئی نہ کوئی برائی تو ہوتی ہی ہے تو مراد یہ نہیں ہے کہ یہاں ان لوگوں کی بحث نہیں جو افتراء کرتے ہیں۔ وہ مضمون ہی الگ ہے فرمایا دیکھ لیتے ہیں یعنی مومنوں سے جو مومن کہلاتے ہیں اتنی تو توقع ہے کہ بالکل بے پر کی نہیں اڑاتے۔ چھوٹا سا پر دکھائی دیتا ہے تو اس سے کووں کی ڈار بنا دیتے ہیں اور جب یوں کرتے ہیں تو مومن نہیں رہتے۔ اس لئے تب انسانی نفسیاتی رجحانات کا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم گہری نظر سے مطالعہ کرتے ہوئے ان سے پردے اٹھاتے ہیں یعنی ان باتوں سے پردہ اٹھاتے ہیں جن سے پردہ اٹھایا جائے تو ہمارے ننگ ڈھانکے جائیں گے اور یہ پردہ اٹھانا رحمت کا نشان ہے۔ ان جگہوں سے پردہ اٹھاتے ہیں جہاں ہمارا امن ہے اور جہاں شر ہے وہاں پردے ڈھانپتے ہیں۔ یہ ہیں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم جنہوں نے اس اس طریقے سے اپنی امت کو سمجھایا ہے کہ خدا گواہ ہے کبھی کسی نبی نے بلکہ انبیاء نے مل کر بھی اپنی امتوں کے لئے ایسی محنت نہیں کی۔ اس باریک نظر سے دکھائیں تو سہی کون نبی ہے جس نے باریکیوں میں اتر کے، ایسے مقامات تک پہنچ کر جو انسان کو خود اپنی آنکھ سے، اپنے اندر دکھائی نہیں دیتے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے دیکھا اور ان پر انگلی رکھی اور بتایا یہ ہیں ہیں جو تمہاری دکھتی ہوئی رگیں ہیں ان کو ٹھیک کرو۔

ہر وہ شخص جو خدا تعالےٰ کی ستاری چاہتا ہے اس کے لئے لازم ہے کہ اپنے بھائی سے ستاری سے کام لے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور یہ ابو داؤد سے کتاب الادب سے لی گئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا جب مجھے معراج ہوا تو میں ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرا جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ ان سے اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے۔

اب یہ جو حدیث ہے اور اس قسم کی اس مضمون کی اور حدیثیں ہیں ضمناً ہمیں یہ بھی بتا رہی ہیں کہ معراج روحانی تھا اور جسمانی معراج نہیں تھا ورنہ نعوذ باللہ من ذالک وہ لوگ جو جسمانی معراج پر زور دیتے ہیں وہ یہ کہیں گے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اپنے جسم سمیت جہنم کی سیر پر گئے تھے۔ اب یہ ایسا خبیثانہ تصور ہے کہ ایک لمحہ کے لئے بھی مومن اس تصور کو برداشت نہیں کرسکتا۔ اور پھر بھی آنکھیں بند کر کے ان حدیثوں سے گزر جاتے ہیں۔ وہ کشف تھا، ایک عظیم روحانی کشف تھا جس میں جہنم کے بھی نظارے دکھائے گئے، جنت کے بھی نظارے دکھائے گئے۔ اور تمام امت سے تعلق رکھنے والے فوائد کے امور پر بھی آپ کو مطلع فرمایا گیا اور نقصان کے امور پر بھی آپ کو مطلع فرمایا گیا۔

پس فرماتے ہیں کہ میں نے اس میں دیکھا ایک ایسی قوم کے پاس سے میرا گزر ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ ان سے اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے۔ میں نے پوچھا اے جبرائیل یہ کون ہیں۔ تو انہوں نے بتایا کہ یہ لوگوں کا گوشت نوچ نوچ کر کھایا کرتے تھے یعنی ان کی عزت اور آبرو سے کھیلتے تھے، ان کی غیبت کرتے تھے اور ان کو حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ پس جس گناہ کی ایسی بڑی سزا ہو اور وہ ایسا گناہ نہیں ہے جس کے اوپر انسان کی فطرت مجبور ہوئی بیٹھی ہے یا وقت کے جوش کا ایک تقاضا ہے جس کے ابتلا میں پھنس کر آپ یہ کام کر بیٹھیں۔ یہ تو ایسا بدبخت گناہ ہے جس کے چسکے بڑے آرام سے بے وجہ لئے جاتے ہیں۔ مجالس کو سنوارنے کے لئے اپنی طرف سے ایسی باتیں کی جاتی ہیں جن کے بغیر مجالس زیادہ بہتر ہوتی ہیں اور ایسے گناہ جو ہیں ان کے بعد ان کا بد اثر ضرور پیدا ہوتا ہے۔ یہ رہ نہیں سکتا۔ چغلی کرنے والے بھی جب مجلسوں سے اٹھ کر گئے تو ان میں اگر کچھ بھی شرافت ہو تو ضرور ضمیر کا بوجھ پڑ جاتا ہوگا اور بعض پھر یہ سوچتے رہتے ہیں کہ ہم کہیں ایسی بات نہیں کر بیٹھے زیادہ کہ وہاں تک پہنچے اور پھر یہ مصیبت بن جائے اور پہلے سے ہی وہ اپنے ڈیفینس بنانے لگ جاتے ہیں کہ اگر یہ ہوا تو پھر ہم یہ جواب دیں گے۔ اور اگر وہ بات ہوئی تو یہ جواب دیا جائے گا اور تیاریاں کی ہوتی ہیں۔ مجھے اس طرح پتہ چلتا ہے کہ بعض دفعہ جب پوچھا جاتا ہے آپ نے یہ بات کی تھی تو اچانک نہیں پہلے سے جواب تیار ہوتا ہے۔ صاف پتہ چلتا ہے کہ اس شخص نے بات کرنے کے بعد سوچ لیا تھا کہ یہ بے وقوفی کچھ ہوگئی ہے جتنی کرنی تھی اس میں ذرا بے احتیاطی ہوئی ہے تو اپنا ڈیفینس تیار رکھا ہوا تھا۔ تو یہ ایسا گناہ ہے جس میں بہت سی قباحتیں، بہت سی مکروہ باتیں داخل ہیں اور صاف پتہ چل جاتا ہے کہ انسان جو اس گناہ میں ملوث ہے وہ بھی جانتا ہے کہ یہ صرف پھول نہیں ہیں اس میں کانٹے بھی ہیں لیکن جس کو پھول سمجھ رہا ہے وہ اصل میں کانٹے ہیں اور کانٹے وہ ضمیر کے کچوکے ہیں جو دراصل اسے پھول بنانے کی خاطر عطا کئے گئے ہیں تو سارا انتظام ہی بگڑ گیا ہے اچھی چیز کو برا دیکھ رہے ہیں بری چیز کو اچھا دیکھ رہے ہیں اور بے ہودہ حرکت ہے بالکل، بہت معاشرے میں اس سے نقصان پہنچتا ہے اور اگر یہ ساری باتیں نہ بھی ہوں تو صرف یہ ایک حدیث امت محمدیہ کو غیبت سے باز رکھنے کے لئے کافی ہے۔

اپنے بھائی کی کسی خوبی کو برداشت نہ کرسکنا اور اپنے احساس کمتری کا بدلہ اس طرح لینا کہ اس کی خوبی کو بدی بنا کر دکھایا جائے یا بدیوں کی تلاش کی جائے اور انہیں باہر نکال کر اچھالا جائے تاکہ لوگوں کی نظر میں جو اس کی عزت ہے وہ جاتی رہے اس قسم کی تمام قبیح حرکتیں قرآن کریم نے کلیۃً منع فرمائی ہیں

وہ جو قرآن کریم نے فرمایا تھا کہ مردہ بھائی کا گوشت کھاؤ گے اسی کی تائید میں یہ حدیث ہے، اسی کی تشریح میں، خدا کے نزدیک تمہارا یہ کرنا واقعۃً ایسا مکروہ ہے جیسے مردہ بھائی کا گوشت کھایا جاتا ہے اور اپنے کا کھایا جاتا ہے تو قیامت کے دن مرنے کے بعد تم اپنا گوشت نوچو گے تاکہ تمہیں پتہ لگے کہ یہ مزے تھے جو تم لوٹا کرتے تھے۔ وہ ظاہری گوشت تو نہیں ہوگا مگر روحانی معنے جو بھی ہیں، جس قسم کا بھی بدن ہوگا، اس کے ساتھ انسان یہ سلوک دیکھا کرے گا جو اس میں بیان ہوا ہے۔

حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا۔ چغل خور جنت میں نہیں جا سکے گا۔ "لا یدخل الجنۃ نمام" کہ جو چغل خور ہے اس کے لئے جنت کے رستے بند ہو گئے ہیں۔ اب یہ کیسی جنت ہے جو ہم یہاں چغل خوری کے ذریعہ اپنے لئے بنا لیتے ہیں۔ جس پر آئندہ مرنے کے بعد کی جنت حرام ہو جاتی ہے۔ اتنی معمولی بات نہیں جتنا لوگ سمجھتے ہیں کہ چھوٹی سی برائی ہے کوئی بات نہیں۔ بعض دفعہ میرے سامنے بھی بعض عورتیں ایسی بات شروع کرتی ہیں تو میں ان کو سمجھاتا ہوں تو ان کی سمجھ میں نہیں آتی۔ وہ ہلکا سا کہتی ہیں۔ نہیں جی فلاں سے یہ بات یوں ہو گئی تھی فلاں نے یہ کر دی ہے ہم تو یونہی بات کر رہے ہیں۔ وہ یونہی بات جو ہے وہ بہت بڑی بات ہے، بہت بڑی بات ہے۔ ایسی ہے جو تمہاری عاقبت کو تباہ کر سکتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا کہ دو چھوٹے چھوٹے لوتھڑے ہی تو ہیں انہیں سے جنت بھی بن جاتی ہے اور جہنم بھی بن جاتی ہے۔ زبان کی ایک لغزش سے انسان جنت سے جہنم میں جا پڑتا ہے اور ایک موقعہ پر زبان سنبھل جائے تو وہی اسکی جہنم کو جنت بھی بنا سکتی ہے۔ تو بات کرنا تو ہوتا ہی زبان سے ہے مگر باتیں بڑی بھاری ہو جاتی ہیں۔ بعض باتیں اتنی تلخ ہو جاتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ دیکھو یہ بات اگر سمندر میں ڈال جائے تو سارے سمندر کا مزاج بگڑ جائے، سارا سمندر ناپاک ہو جائے۔ تو بات کو سنبھل کر کرنا اور اس پر نگرانی رکھنا بہت اہم امر ہے اور اس کے ساتھ معاشرہ بنتا بھی ہے اور بگڑتا بھی ہے۔

اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے دوسرے موقع پر فرمایا، وہ شخص جو زبان کا گندا ہے وہ کچھ بھی نہیں ہے اس کا کوئی بھی تعلق ایمان سے نہیں ہے۔ فحش کلامی کرنے والا، بڑھیں مارنے والا، بے ہودہ بکواس کرنے والا، اپنے بڑوں کے خلاف زبان دراز کرنے والا، یہ ساری جو صفات ہیں یہ اس ایک لفظ میں آ گئی ہیں جو اس حدیث میں بیان کیا گیا تھا۔ پس زبان کو سنبھال کر رکھنا بہت ہی اہم امر ہے۔

ایک اور حدیث میں بھی یہی روایت ہے کہ حضرت حذیفہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا، اور یہ ترمذی کتاب البر والصلۃ سے لی گئی ہے، فرمایا، جو شخص بھی کسی کی بے چینی اور اس کے کرب کو دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے کرب اور اس کی بے چینی کو دور کرے گا۔

اب یہ برعکس مضمون شروع ہو رہا ہے۔ جب آپ زبان طعن دراز کرتے ہیں، کسی کو تکلیف دیتے ہیں، کسی کو حقیر سمجھ کر، ذلیل کر کے، اس کے عیوب لوگوں کے سامنے کھول کر معاشرے میں بے چینی پھیلا دیتے ہیں، معاشرے کو کربناک کر دیتے ہیں اور اس کی سزا آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے یہ بیان فرمائی کہ پھر اللہ تم سے وہ رحمت کی چادر اٹھا لے گا۔ جو اٹھ جائے تو پھر تم بھی بے چین ہو جاؤ گے، تم بھی کربناک ہو جاؤ گے۔ اب اس کے برعکس منظر پیش کیا گیا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے ایک جہنم کا منظر ہے اس کے مقابل پر ایک جنت کا نقشہ کھینچا جا رہا ہے۔

بات کو سنبھل کر کرنا اور اس پر نگرانی رکھنا بہت ہی اہم امر ہے اور اس کے ساتھ معاشرہ بنتا بھی ہے اور بگڑتا بھی ہے

فرمایا جو شخص بھی کسی کی بے چینی کو دور کرے گا اور جو شخص کسی تنگ دست کے لئے آسانی مہیا کرتا ہے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کے لئے آسانی اور آرام کا سامان بہم پہنچائے گا۔ اب یہاں دنیا اور آخرت کہہ کر دنیا کو جو نمایاں کیا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مال کی محبت انسان کو بہت سی نیک باتوں سے روک لیتی ہے، خطرہ یہ ہوتا ہے کہ دنیا میں مال کم ہو جائے گا۔ اور اور ذریعوں سے بے چینی دور کرنے میں انسان کا خرچ کچھ نہیں ہوتا۔ کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوتا کہ میں نے یہ بے چینی دور کر دی تو میرا یہ کچھ کم ہو جائے گا۔ تو اس کے لئے تو جنت کی جزا کا ذکر کافی تھا مال خرچ کر کے کسی غریب کی مدد کرنے میں چونکہ یہ خطرہ لاحق ہوتا ہے کہ کہیں اس دنیا میں میرے اموال کم نہ ہوں تو اللہ نے اس کی بھی تسلی کروا دی۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ دنیا اور آخرت میں اللہ اس کے لئے آسانی اور آرام کے سامان مہیا فرمائے گا اس لئے خدا کی خاطر خدا کے بندوں پر کچھ خرچ کرنا کسی کمی پر منتج نہیں ہوتا۔ اس کے نتیجہ میں کوئی مالی نقصان اس دنیا میں بھی نہیں ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کو بڑھا دیتا ہے اور صدقات میں برکت رکھی گئی ہے۔ یہ بات ایسی ہے جس کو بعض غیر مسلم بھی سمجھتے ہیں۔ ہمارے ملک ہندوستان میں (بڑا ہندوستان، پاکستان بھی جس کا حصہ تھا اس میں) ہندو قوم میں جو تاجر ہیں وہ دان پن کے بڑے قائل ہیں اور ایک زمانہ تھا جبکہ پارٹیشن (PARTITION) سے پہلے مسلمانوں کی طرف سے تو شاذ کے طور پہ خیراتی ادارے دکھائی دیتے تھے اور ہندو تاجروں کی طرف سے جگہ جگہ خیراتی ادارے قائم کئے جاتے تھے۔ اس لئے کہ ان کا تجربہ بتاتا ہے کہ اگر بنی نوع انسان کی ہمدردی میں کچھ خرچ کیا جائے تو مال کم نہیں ہوتا بلکہ بڑھتا ہے۔ اور یہ جو بات ہے یہ وہ خود کھلے بندوں کہتے بھی ہیں کہ ہم جو خرچ کرتے ہیں یہ اس لئے ہے کہ اس سے ہمارے اموال میں برکت پڑتی ہے تو ایک مشرک، ایک بے دین بھی اللہ کی رحمت کا یہ تجربہ رکھتا ہے اور ان کی تجارتیں گواہ ہیں اس بات پر کہ یہ خدا پر ان کی توقع درست تھی۔ بے دین ہونا ان کی اس نیکی کی راہ میں حائل نہیں ہو سکا اور نہ اس اجر سے ان کو محروم کر سکا جو اس نیکی کے ساتھ خدا نے وابستہ فرما دیا ہے۔ اس میں دین کا ذکر نہیں ہر انسان کے ساتھ یہ تقدیر برابر لاحق ہو چکی ہے، خدا تعالیٰ نے وابستہ کر دی ہے کہ اگر خدا کی خاطر اس کے بندوں کیلئے کوئی اپنا مال خرچ کرے گا تو اسے دنیا میں بھی برکت عطا کی جائے گی۔

پھر فرمایا آخرت میں جو ہے وہ تو بہر حال ہے ہی۔ آخرت میں بھی اس کے ساتھ بہت ہی سہولت کا معاملہ کیا جائے گا اور ہم میں سے ہر شخص اس سہولت کا محتاج ہے کیونکہ اگر اعمال کو دیکھا جائے تو اعمال کے بوتے پر تو جنت میں داخلہ بڑا مشکل کام ہے۔ مغفرت اور درگذر اور پردہ پوشی کا جہاں تک تعلق ہے اور اللہ کے فضل کا، اس طرف سے دیکھیں تو جنت بالکل آسان دکھائی دینے لگتی ہے لیکن اس کے جو رستے خدا نے بنائے ہیں ان رستوں پر نظر رکھنی چاہئے۔ اس دنیا میں آپ خدا کے بندوں سے وہ سلوک کریں جس سلوک کی آپ خدا سے توقع رکھتے ہیں۔ اتنا آسان۔ اتنا واضح اتنا معقول فارمولا ہے کہ جسے سمجھانے کیلئے کسی بڑی منطق کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ خدا کے بندوں سے حسن سلوک کریں اللہ آپ سے وعدہ فرماتا ہے کہ آپ سے حسن سلوک کرے گا اور جتنا آپ کریں گے اس سے بڑھ کر وہ حسن سلوک فرمائے گا پس اس پہلو سے اتنے آسان خزانے ہمارے سامنے رکھ دیئے گئے ہیں آسان خزانے جنکو حاصل کرنا بہت آسان ہے اسکے باوجود اگر ہم فاقہ کشی میں زندگی بسر کریں اور ان خزانوں سے استفادہ نہ کریں تو اس سے بڑی خودکشی اور کیا ہو سکتی ہے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص دنیا میں کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ صرف آخرت کی پردہ پوشی کا کیا فائدہ اگر یہاں عمر بھر ہم دنیا کے سامنے ننگے اور ذلیل ہوتے رہے۔ اس خیال سے اللہ تعالیٰ نے دنیا کا بھی وعدہ فرمایا ہے اور جس کی دنیا میں پردہ پوشی ہوگی اس کو توقع رکھنی چاہئے کہ آخرت میں بھی یہ سلوک ہوگا تو پھر بھائی کے تن سے کپڑے اٹھانے کا کیا مطلب ہے۔ اپنی بہن کو ننگا دکھانے کا کیا مطلب ہے۔ پس اتنا آسان فارمولا ہے جیسے تم ہو ویسا ہی تم سے سلوک کیا جائے گا۔ یہ ہر زندگی کی دلچسپی پہ حاوی ہے اور بہت ہی آسانیاں پیدا کرنے والا ایک نسخہ ہے جو ہر کسی کے بس میں ہے۔ کوئی مشکل نیکی نہیں کرنی۔ کھڑے ہو کر عبادتیں نہیں

کرنی، صرف اپنے رجحان میں کچھ پاکیزگی، کچھ شرافت، کچھ حیا پیدا کرنی ہے۔ دوسرے دل کی حیا کو اپنی حیا سمجھنا ہے اور پھر توقع رکھیں کہ اللہ تعالیٰ آپ سے غیر معمولی حسن سلوک فرمائے گا۔

پھر فرمایا، اللہ تعالیٰ اس شخص کی مدد کرتا رہتا ہے جو جب تک اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہے یعنی جس وقت کوئی شخص اپنے بھائی کی مدد میں لگا ہوا ہے اس وقت تک، اس عرصے میں خدا تعالیٰ اس کا مددگار رہے۔ یہ حدیث کا بیان بھی تھوڑا سا اشکال رکھتا ہے۔ کیا مطلب ہے کہ ادھر مدد چھوڑی اور خدا نے مدد سے ہاتھ کھینچ لیا۔ یہ دراصل مدد کے رجحان کو ساری زندگی پہ پھیلانے کے لئے ایک عمدہ نصیحت ہے۔ اس کے کئی معانی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ایک شخص جو اپنے بھائی کے لئے اپنا وقت خرچ کر رہا ہے اور اپنے کاموں سے اس عرصہ میں وہ غافل رہا اور خطرہ ہے کہ اسے کوئی نقصان نہ پہنچا ہو ایسے شخص کو تسلی دی گئی ہے کہ تم نے جتنا وقت خدا کی خاطر خرچ کیا تھا تمہیں اور تمہارے اقرباء کو خدا اس کا نقصان نہیں پہنچنے دے گا۔ وہ اللہ تمہارے کام اس عرصے میں خود کرے گا اور کروائے گا اور یہ حقیقت ہے، یہ زندگی کے وسیع تجربے سے بات ثابت ہے تو یہ مراد نہیں کہ اللہ نے ہاتھ کھینچ لیا جب کام ختم ہوا بلکہ خدا کی مدد بعد میں بھی جاری رہتی ہے۔ تو ایک تو یہ مفہوم ہے جس کے تجربے جماعت احمدیہ میں تو اس کثرت سے ہیں کہ شاید ہی کوئی گھر ہو جس کے تجربے میں ایسی باتیں نہ ہوں۔

> **خدا کی خاطر خدا کے بندوں پر کچھ خرچ کرنا کبھی گھاٹے کا سودا نہیں ہوتا اس کے نتیجہ میں کوئی مالی نقصان اس دنیا میں بھی نہیں ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کو بڑھا دیتا ہے اور صدقات میں برکت رکھی گئی ہے**

لیکن دوسرا مفہوم یہ ہے کہ اگر خدا صرف اس وقت تک ضامن ہے تو پھر کوشش یہ ہونی چاہئے کہ ساری زندگی میں انسان کسی نہ کسی کے لئے بھلائی کرتا رہے تا کہ ساری زندگی اللہ تعالیٰ اس کی بھلائی کی طرف متوجہ ہو۔ اس ذریعے سے بھلائی کے کاموں کو ایک دوام بخشنے کا ایک طریق ہے، ایک ایسا انداز اختیار کیا گیا ہے جس سے انسان میں بھلائی کے رجحان کو دوام ملتا ہے آئندہ ہمیشہ کے لئے بھلائی کی طرف متوجہ رہنے کی تلقین ہوتی ہے اور جس کے لئے اللہ کو شامل رہے اس کے لئے پھر اور حاجت کیا رہ جاتی ہے باقی۔ جیسا میں نے کہا ہے استنے کثرت سے واقعات ہوتے ہیں جماعت میں اور بعض صحابہ نے تو اس گر کو ایسا پکڑا کہ ساری عمر اس سے لطف اٹھائے اور مزے بھی کئے اور کام بھی بنوائے۔

میں نے حضرت مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری کی مثال پہلے بھی ایک دفعہ خطبے میں بیان کی تھی لیکن وہ اس موقع پر ایسی چسپاں ہوتی ہے کہ اگر پھر بھی بیان کر دی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ بڑی ایک روح کو تازہ کرنے والی مثال ہے۔ ایک دفعہ بنگلہ دیش جب ہم گئے جماعت کے وفد کی صورت میں۔ تو اس میں حضرت مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری بھی ہمارے ساتھ تھے اور بہت دلچسپ سفر تھا، کافی جماعتیں پھرے۔ آخری دنوں میں جب ہم ڈھاکہ پہنچے تو ڈھاکہ کی جماعت نے وفد کے اعزاز میں ایک ہوٹل میں ایک دعوت رکھی ہوئی تھی۔ اسی وقت وہاں ایک تار پیش کی گئی جس میں یہ تھا کہ مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری کی بیوی اتنی خطرناک بیماری میں مبتلا ہیں اور اس مرحلے تک بیماری پہنچ گئی ہے کہ آج نہیں تو کل تک وہ ڈاکٹری خیال کے مطابق فوت ہو جائیں گی اس لئے درخواست ہے کہ مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری کو فوری طور پر واپس بھجوا دیا جائے یا پھر ان کے لئے تار تھی انہی کے نام ہوگی تو یہ تھا کہ آپ فوری طور پہ واپس آجائیں تو انہوں نے پڑھی اور بعض دفعہ کہانی اس طرح کیا کرتے تھے کہ "اونہوں" اور جیب میں کاغذ مروڑ کر ڈال لیا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ مولوی صاحب کیا بات ہے تو انہوں نے فرمایا کہ یہ تار آئی ہے میری طرف گھر کی طرف سے تو میں نے کہا پھر چند دن ہی تو رہ گئے ہیں سفر میں آپ چلے جائیں واپس۔ کہتے ہیں نہ، نہ، نہ یہ کام نہیں کرنا۔ میں تار دے رہا ہوں کہ میں ہرگز نہیں آؤں گا۔ مجھے بڑا تعجب ہوا۔ میں نے کہا آپ کی بیوی کے متعلق تار ہے ہیں فوت ہو رہی ہے۔ آپ کہتے ہیں میں نہیں آؤں گا کیا بات ہے۔ کہتے ہیں میں خدا سے داؤ مار رہا ہوں۔ اصل قسم کے الفاظ تھے۔ میں اللہ کو خوب سمجھتا ہوں اگر میں واپس گیا تو اس نے مرنا تو ہے ہی اور اگر میں واپس نہ گیا تو اللہ پر ڈالوں گا کہ میں تیرے کام میں تھا اور پیچھے میری بیوی مار دی۔ تو میں جانتا ہوں اپنے رب کو اس نے کبھی نہیں مرنے دینا اس کو۔ یہ عجیب باتیں ہیں اور پورا ہفتہ بعد میں ٹھہرے اور اسی دوران اطلاع بھی آگئی کہ بیوی ٹھیک ٹھاک ہے فکر نہ کریں۔ تو یہ خدا کے بندے خدا کو اس طرح جانتے ہیں جس طرح محمد رسول اللہ نے اس کا تعارف کرا دیا ہے ورنہ خدا کو کون جان سکتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر جس طرح خدا ظاہر ہوا ہے اس طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ہم پر ظاہر فرما کر ہماری ساری مشکلیں آسان کر دیں اور وہ تجربے کبھی ناکام نہیں ہوتے جو محمد رسول اللہ کے بتائے ہوئے تجربے ہیں، سو فیصد یقینی باتیں ہیں۔ پس اپنے خدا سے وہ تعلق قائم کریں جس طرح وہ ہمیں سمجھا رہا ہے۔ ایسے تعلق قائم کر کے پھر فائدے اٹھانے ہیں تو یہ طریقے میں تمہیں بتا دیتا ہوں پھر دیکھیں کہ زندگی کی کیسی کایا پلٹ جاتی ہے۔

مال کی محبت انسان کو بہت سی نیک باتوں سے روک لیتی ہے

آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا اپنا دوسروں سے جو سلوک تھا اب میں اس کے نمونے آپ کے سامنے رکھتا ہوں کہ کسی کی ادنیٰ سی تکلیف بھی آپ کو برداشت نہیں تھی، آپ کو منظور نہیں تھی اور اگر غلطی سے پہنچ جائے تو کیسے بے چین ہو جایا کرتے تھے یعنی نصیحتیں جو فرماتے تھے عمل اس شان سے کیا ہے ان نصیحتوں سے بھی بلند تر مقام آپ کا دکھائی دیتا ہے۔ نصیحتیں تو لگتا ہے جس طرح دھند زمین کے ساتھ لپٹی ہوئی ہوتی ہے اور ہم اس دھند میں ایک تصور باندھ رہے ہیں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا وجود اس سے بلند تر دکھائی دیتا ہے۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے کہ ایک شخص آپ پر جھک گیا۔ آپ نے اسے سوٹی کی نوک سے ذرا پیچھے کیا یعنی بعض دفعہ لوگ اس طرح تنگ کرتے ہیں اور ان کا سانس سانس میں آنے لگ جاتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو خوشبو سے بہت محبت تھی اور بدبو برداشت نہیں تھی تو یہ وجہ تو نہیں بتائی گئی کہ کیوں آپ نے ہٹایا۔ مگر مجھے تجربہ ہے کہ بعض لوگ اتنا قریب آکر جھک کر بات کرتے ہیں کہ ان کے سانس میں بدبو ہوتی ہے کہ اس کی وجہ سے بہت بڑا ابتلا انسان پر آتا ہے تو بے اختیار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے معلوم ہوتا ہے اس کو ہٹا دیا کہ ذرا پیچھے ہٹ کر کھڑے ہو۔ اگلی بات یہ ہے کہ جب اس سوٹی سے اسکو ہٹانے لگے تو اس کے چہرے پہ ذرا سی چوٹ آگئی۔ جھکے ہوئے آدمی کو انسان ضروری تو نہیں کہ یوں دیکھ رہا ہو۔ سوٹی سے پرے کیا ہے وہ غلطی سے چہرے کے کسی نازک حصے پہ لگ گئی اور اس سے اس کو تھوڑا سا زخم پہنچا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ مجھ سے بدلہ لو ابھی بدلہ لو۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے معاف کر دیا ہے لیکن ایک اور موقع پہ ایک اور صحابی نے ایک اور رد عمل دکھایا ہے۔

حضرت اسید بن حضیر انصاری کے بارے میں روایت ہے کہ وہ بڑے مذاق تھے مجلس میں کھل کے دلچسپ باتیں کیا کرتے تھے، ایک موقع پر معلوم ہوتا ہے ان سے کچھ زیادتی ہو گئی ہے یعنی ہنسی مذاق کرنا ان معنوں میں تو معیوب نہیں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے زمانے میں صحابہ نہیں کیا کرتے تھے۔ بعض دفعہ آنحضور جو خود بھی بہت پاکیزہ مذاق فرمایا کرتے تھے لیکن

بعض لوگ پھر زیادہ کر دیتے ہیں اور رسول اللہؐ کو یہ بات منظور نہیں تھی کہ کوئی شخص ہتھکے باز ہی بن جائے تو اس صورت میں آپ نے اس شخص کو اسی طرح چھڑی چبھوئی کہ ذرا سنبھلو، اشارہ تھا اور میں سمجھتا ہوں اس میں حکمت یہ تھی کہ کھل کر اگر بات کہتے تو باقی مجلس میں شاید اس کی سبکی ہوتی تو آپ نے یہی مناسب سمجھا کہ چھڑی کی نوک سے اس کو میں سمجھا دوں، سمجھ جائے گا اشارہ کہ میں کچھ حد سے آگے بڑھ رہا ہوں، اس پر وہ کہنے لگا حضور میں نے تو بدلہ لینا ہے۔ آپ نے مجھے چھڑی چبھوئی ہے۔ حضور نے فرمایا بدلہ لے لو۔ اس پر وہ کہنے لگا کہ حضور آپ نے تو قمیص پہنی ہوئی ہے میں تو ننگے بدن ہوں۔ آپ نے فرمایا میں قمیص اتارتا ہوں کپڑا اٹھایا کہ آؤ اب بدلہ لو۔ وہ چمٹ گیا اور بار بار پیٹ کے بوسے لینے لگا۔ جہاں جہاں اس کا بس چلتا تھا اس نے چوما۔ اس نے کہا یا رسول اللہ میری کیا مجال تھی کہ میں بدلے لیتا مجھے تو خدا نے یہ موقع دیا تھا کہ آج میں رسول اللہ کے بدن کو چوم لوں۔ پس یہی میرا بدلہ ہے۔ آپ کا احسان ہے کہ مجھے موقع دیا۔ یہ حسن محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہے جو ایک چھوٹی سی چوٹ کے مقام سے بھی جنت کے چشمے پھوڑ دیتا ہے۔ موسیٰ کے عصا کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ چٹان پر اس نے عصا مارا اور اس سے چشمے پھوٹ پڑے اور قرآن کریم اس کی گواہی دیتا ہے کہ ایسا ہوا۔ لیکن محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے عصا کی ضرب سے جیسے جنت کے چشمے پھوٹتے ہم نے دیکھے ہیں ان کی کوئی مثال اور کہیں دکھائی نہیں دیتی۔ جن لوگوں کی خاطر ان چٹانوں سے چشمے بہائے گئے وہ پتھر دل ہو گئے۔ مگر محمدؐ رسول اللہ نے جن دلوں سے رحمت کے چشمے بہائے تھے وہ ہمیشہ کے لئے جنت کی طرف مائل رہنے والے، جنت کی نہروں میں گویا غرقاب دل بن گئے، ان کے دل سے بھی جنت پھوٹتی تھی۔ وہ دل بھی جنت کے لئے بنائے گئے تھے۔ تو یہ وہ حسن معاشرہ ہے جو محمد رسول کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہم میں صرف دیکھنا ہی نہیں چاہتے۔ اپنے عمل سے اس کی تصویریں کھینچ کر ہمیں دکھائی ہیں۔

> **آپ خدا کے بندوں سے حسن سلوک کریں۔ اللہ آپ سے وعدہ فرماتا ہے کہ آپ سے حسن سلوک کرے گا اور جتنا آپ کریں گے اس سے بہت بڑھ کر وہ حسن سلوک فرمائے گا**

ایک اور موقع پر حضرت عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عرب نے ان سے ذکر کیا جنگ حنین میں یعنی کسی ایسے شخص نے ان سے بات کی جس کو وہ جانتے نہیں ہیں۔ لیکن یہ پتہ ہے کہ تھا وہ عرب اور جنگ حنین کا واقعہ بیان کر رہا ہے۔ اور یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ ہیں۔ جنگ حنین میں چونکہ بہت سے نئے آنے والے بھی شامل ہو گئے تھے بلکہ ان کی کثرت تھی اس وجہ سے سارے صحابہ ان سب کو جانتے نہیں تھے۔ تو کہتے ہیں کہ ایک عرب نے ان سے ذکر کیا کہ جنگ حنین میں بھیڑ کی وجہ سے اس کا پاؤں آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے پاؤں پر جا پڑا۔ سخت قسم کی چپلی جو کہنا ہے میں نے پہن رکھی تھی۔ اس کی وجہ سے آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا پاؤں کچلا گیا اور سخت زخمی ہو گیا۔ حضور نے تکلیف کی وجہ سے بے اختیار ہلکا سا کوڑا مارا اور کہا بسم اللہ، تم نے میرا پاؤں زخمی کر دیا ہے اور وہ جو کوڑا کا اٹھنا اور مارنا یہ صرف ایک علامتی بے ساختہ اظہار ہوتا ہے۔ بعض دفعہ انسان ہاتھ سے دھکیلتا ہے، بعض دفعہ چھڑی سے دھکیلنے کی کوشش کرتا ہے، لیکن کہا صرف اتنا کہ بسم اللہ تم نے میرا پاؤں زخمی کر دیا ہے۔ کہتے ہیں مجھے اس سے بڑی ندامت ہوئی۔ ایسی ندامت کہ ساری رات میں سخت بے چین رہا کہ ہائے مجھ سے یہ کیا غلطی ہوئی۔ صبح ہوئی تو کسی نے مجھے آواز دی کہ محمدؐ رسول اللہ تمہیں بلا رہے ہیں۔ کہتے ہیں مجھے اور گھبراہٹ ہو گئی کہ کل کی غلطی کی وجہ سے میری شامت آئی۔ اب آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم مجھ سے ناراضگی کا اظہار فرمائیں گے۔ بہرحال حکم تھا میں حاضر ہوا تو حضور نے بڑی شفقت سے فرمایا کہ کل تو نے میرا پاؤں کچلا تھا اس وقت میں نے تمہیں ایک ہلکا سا کوڑا مارا تھا مجھے اس کا بہت افسوس ہے اس کے بدلے یہ اسی (۸۰) بکریاں تمہیں دے رہا ہوں یہ لے لو اور جو تمہیں تکلیف پہنچی ہے اس کو دل سے نکال دو۔ کہتے ہیں میں حیران رہ گیا کہ یہ کیا واقعہ ہے، کیسا رسول ہے کیسا آقا ہے، میں بے چین ہوں ساری رات کہ مجھ سے غلطی ہوئی ہے اور میں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو دکھ پہنچایا ہے اور محمد رسول اللہ رات اس بے چینی میں گزارتے ہیں کہ جو بے اختیار تھوڑا سا اس کا بدلہ مجھ سے لیا گیا اس سے مجھے تکلیف پہنچی ہے اور پھر اسی (۸۰) بکریاں دے کر یہ فرمانا کہ اپنے دل سے اس واقعہ کو نکال دو اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس مقدس دل میں مسلمانوں کے لئے اور بنی نوع انسان کے لئے کتنی رحمت تھی، کیسی رافت تھی۔

جب میں اس بدبخت دنیا پر غور کرتا ہوں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر زبان طعن دراز کرتے ہیں جنہوں نے تمام دنیا کو ایک دوسرے کی زبان کے طعنوں سے بچایا۔ جب میں ان لوگوں کے حالات دیکھتا ہوں جو محمدؐ رسول اللہ پر ظلم کے چرکے لگا کر، گندے الزام لگا کر تمام دنیا میں محمدؐ رسول اللہ کے عشاق کے دل دکھاتے ہیں تو میں حیرت سے دیکھتا ہوں کہ ان کو کیا پتہ کیا کر رہے ہیں۔ جس نے تمام بنی نوع انسان کی عزت کی حفاظت فرمائی، جس نے ہر حرمت کے لئے ہمارے دلوں میں احساس جگائے کہ تمہارے بھائی کی حرمت تمہاری حرمت ہے اس پر یہ لوگ اپنی بدنصیبی اور بدبختی سے ایسی ایسی بیباکیاں اور ایسی ایسی جراتیں کرتے ہیں اور جو ادنیٰ سی بھی تکلیف پہنچانے کا روادار نہیں تھا، جو برداشت نہیں کر سکتا تھا کہ اس سے کسی کو تکلیف پہنچے آج تک اس رسول کا پیچھا یہ ظالم نہیں چھوڑ رہے۔ اور ہر طرح سے ان کو، آپ کو اور آپ کی امت کو تکلیف پہنچانے پر بضد ہیں اور مسلسل کرتے چلے جاتے ہیں اور پھر بھی دل ٹھنڈے نہیں پڑتے۔ کہاں وہ جس نے راتیں ان کی خاطر جاگ کے کاٹیں کہ ان کو تکلیف نہ پہنچے۔ کہاں یہ کہ جنہوں نے زمانے صرف کر دئے آپ کو تکلیفیں پہنچانے میں۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم انہی قوموں کے متعلق، جن کا ذکر میں کر رہا ہوں، جو عیسائی مذہب سے تعلق رکھنے والی قومیں ہیں۔ ان کے متعلق جب قرآن کریم میں بتایا گیا کہ تیرا جو انہوں نے انکار کر دیا ہے اس کے نتیجے میں آخر ان پر عذاب نازل ہوگا اور ان کو سزا دی جائے گی تو یہ سن کر محمدؐ رسول اللہ کی جو دل کی کیفیت تھی اس کو قرآن کریم یوں بیان فرماتا ہے "لعلک باخع نفسک الا یکونوا مومنین" کہ اے محمد تیرے انکار کی وجہ سے جو سزائیں مقدر ہیں ان سے تجھے اتنی تکلیف پہنچی ہے کہ کیا تو ان کے غم میں اپنی جان کو ہلاک کر لے گا۔ اور یہ جو قرآن کا دعویٰ ہے یہ محض ایک فرضی بات نہیں ہے محمد رسول اللہ کی سیرت کے واقعات جو میں آپ کے سامنے پڑھ کر سنا رہا ہوں، یہ سارے واقعات گواہ ہیں ایک ایک لفظ ان کا گواہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ایسا ہی دل سینے میں رکھتے تھے، اپنوں کے لئے بے چین ہونے والا، غیروں کی تکلیف سے بھی دکھ اٹھانے والا، یہاں تک کہ دشمنوں کی تکلیف کے تصور سے بھی آپ کی زندگی آپ کے سینے میں ایسی اجیرن ہو جاتی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے ہلاکت کا لفظ استعمال فرمایا۔ "لعلک باخع نفسک" کیا تو اپنی جان کو ان دشمنوں کے غم میں ہلاک کر دے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی روزمرہ زندگی کا دستور یہ تھا کہ یہ دستور آج بھی ہمیں اپنانا ہے، آج بھی اس قسم کے گھریلو تعلقات کو قائم کرنا ہے تب ہم دنیا میں ایک جنتی معاشرہ دینے کے اہل ہوں گے یا کم سے کم اس کا دعویٰ کرنے کے مستحق تو سمجھے جائیں گے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی زندگی سادہ تھی آپ کسی کام میں عار نہیں سمجھتے تھے۔ اپنے

اونٹ کو خود چارہ ڈال دیتے، گھر کے کام کاج کرتے، اپنی جوتیوں کی مرمت کر لیتے، کپڑے کے پیوند لگاتے، بکری کا دودھ دوہ لیتے، خادم کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے، آٹا پیستے پیستے اگر وہ تھک جاتا تو آپ اس کی مدد فرماتے، بازار سے گھر کا سامان اٹھا کر لانے میں شرم محسوس نہ کرتے تھے، امیر و غریب ہر ایک سے مصافحہ کرتے، سلام میں پہل کرتے، اگر کوئی معمولی کھجوروں کی دعوت دیتا تو آپ اسے حقیر نہ سمجھتے۔ آپ نہایت ہمدرد، نرم مزاج اور حلیم الطبع تھے۔

آپ کا رہن سہن بڑا صاف ستھرا تھا، بشاشت سے پیش آتے، تبسم آپ کے چہرے پر جھلکتا رہتا۔ آپ زور سے قہقہہ نہیں لگایا کرتے تھے۔ کبھی ہنسی آئے اور قہقہہ نکلے تو ہاتھ رکھ لیتے تھے یا پگڑی کے شملے سے اپنے منہ کو ڈھانپ لیتے تھے تبسم آپ کے چہرے پر ہمیشہ کھیلتا رہتا تھا۔ خدا کے خوف سے فکر مند رہتے لیکن ترش روئی اور خشکی نام کو نہ تھی، منکسر المزاج تھے لیکن اس میں کسی کمزوری پست ہمتی کا شائبہ تک نہ تھا۔ بڑے سخی لیکن بے جا خرچ کرنے سے ہمیشہ بچنے والے۔ نرم دل، رحیم، کریم، ہر مسلمان سے مہربانی سے پیش آنے والے یعنی "بالمومنین رؤوف رحیم" تھے۔ اتنا پیٹ بھر کر نہ کھاتے تھے کہ ڈکار ہی لیتے رہیں (نعوذ باللہ من ذالک) کبھی حرص و طمع کے جذبے سے ہاتھ نہ بڑھاتے بلکہ صابر و شاکر اور کم پر قانع رہنے والے تھے۔

یہ وہ تصویر ہے جسے ہمیں اپنی زندگیوں میں دوام بخشنا ہے ان سب باتوں میں ویسے نہ سہی کچھ نہ کچھ تو ایک، دو، چار قدم ان سمتوں میں آگے بڑھائیں۔ اگر ہم اس کی تھوڑی سی بھی نقل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے تو یہ حسن اتنا قوی ہے، اتنا طاقتور ہے کہ اس کی تھوڑی سی جھلک بھی دنیا کو مغلوب کرنے کے لئے کافی ہے۔

پس آج جب کہ دعوت الی اللہ کا دور ہے جب خدا کے فضل سے آسمان سے ایسے سامان اتر رہے ہیں، ایسی ہوائیں چل رہی ہیں کہ تھوڑے سے کے پر بھی بے شمار پھل ملنے لگے ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے پھل خدا نے پہلے سے لگا رکھے تھے ہم درختوں کو ہلانا بھی نہیں جانتے تھے۔ اب ہلاتے ہیں تو پھل گرتے ہیں۔ پس ایسی صورت میں یہ پھل ان پاک جھولیوں میں گرنے چاہئیں جن کے وہ لائق ہوں۔ وہ ان کی حفاظت کر سکیں ان کی خوبیوں کو دوام بخش سکیں۔ ایسے پھل نہ ہوں کہ جو آئیں اور ہماری غفلتوں سے ضائع ہو جائیں۔ پس ہمیں اپنے آپ کو تیار کرنا ہے، محنت کرنی ہے۔ ان ہواؤں کے رخ پر چلنا ہے جو آسمان کے حکم سے چلی ہیں اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اس غلبہ اسلام میں آپ کا حسن خلق ہے جو سب سے بڑا کردار ادا کرے گا۔ کوئی دلیل، کوئی علم اس کے مقابل پر کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ محمد رسول اللہ کے خلق لے کر چلیں تو فتح آپ کے قدم چومے گی۔ قلعے آپ کے لئے دروازے کھول دیں گے۔ تمام دنیا کی فتح کا راز حسن محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہے۔ یہ وہ کنجی ہے جس سے ہر تالہ کھل جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

ضروری وضاحت

بدر مطبوعہ ۲۴ نومبر و یکم دسمبر ۹۴ء کے صفحہ ۵ تا صفحہ ۹ دو اقساط میں سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کا ایک مضمون بعنوان "حوادث زمانہ یا عذاب الٰہی" شائع ہوا ہے۔

یہ مضمون حضور انور نے مسند خلافت پر متمکن ہونے سے قبل تحریر فرمایا تھا جو ماہنامہ الفرقان ربوہ میں شائع ہوا تھا بدر نے مذکورہ مضمون الفضل انٹرنیشنل لندن مطبوعہ ۱۱ و ۱۸ فروری سے اخذ کیا ہے

(ادارہ)

مجاہدین تحریک جدید کیلئے نادر موقعہ

مجاہدین تحریک جدید کو علم ہے کہ رمضان کے بابرکت مہینہ میں سو فیصد چندہ تحریک جدید کی ادائیگی کرنے والے مجاہدین کے نام حضور انور کے ارشاد کے مطابق ۲۹ رمضان المبارک کو اختتامی دعا کے موقعہ پر حضور انور کی خدمت اقدس میں پیش کئے جاتے ہیں۔ اس لئے جملہ مجاہدین تحریک جدید سے درخواست ہے۔ کہ اپنا وعدہ تحریک جدید اس مبارک مہینہ میں سو فیصد ادا کر کے اس خصوصی دعائیہ فہرست میں شامل ہوں۔

خوش قسمت ہیں وہ مجاہدین تحریک جدید جو حضور انور کی اس بابرکت تحریک پر لبیک کہہ کر اس بابرکت دعائیہ فہرست میں شمولیت کی توفیق پاتے ہیں اور السابقون الاولون میں شمار ہوتے ہیں

اللہ تعالیٰ تمام مجاہدین تحریک جدید کو اس کی توفیق عطا فرمائے آمین

(وکیل اعلیٰ تحریک جدید قادیان)

ضروری تصحیح

۱۔ بدر مجریہ ۲۲/۲۹ دسمبر ۹۴ء "تعلیم نمبر" کے صفحہ ۱۶ کالم ۱۔ ۲ لائن نمبر ۱ میں محترم مولانا محمد حفیظ صاحب بقاپوری مرحوم کے متعلق لکھا ہے کہ آپ نے طلباء کے لئے "خلاصۃ الصرف و خلاصۃ النحو" مرتب فرمایا ہے جبکہ "خلاصۃ النحو" حضرت میر محمد اسحاق صاحب رضی اللہ عنہ کا مرتب کردہ ہے۔ اس غلطی کی طرف عزیز شیخ مجاہد احمد عابد متعلم مدرسہ احمدیہ نے توجہ دلائی ہے۔ جزاہ اللہ

۲۔ صفحہ ۱۲ کالم ۲۔ ۳ میں مدرسہ احمدیہ کے موجودہ اساتذہ کرام میں سے مکرم مولوی کے زین الدین صاحب حامد کا نام لکھنے سے سہواً رہ گیا ہے موصوف اس وقت مدرسہ میں انشاء پڑھاتے ہیں۔

۳۔ صفحہ ۲۳ کالم نمبر ۲ میں نصرت گرلز کالج قادیان کا افتتاح یکم اکتوبر ۱۹۷۸ء کو ہوا جبکہ غلطی سے سنہ ۱۹۸۷ء لکھا گیا ہے

۴۔ صفحہ ۲۶ کالم ۱ سطر ۱۹ اوپر سے خزانہ اور پرانت کو خزانہ اور میراث پڑھا جائے۔

۵۔ صفحہ ۲۷ کالم ۱ سطر (اوپر سے) ۲۷ ماہرین تعلیم "جب تک" کو "جب تب" پڑھا جائے

۶۔ صفحہ ۲۷ کالم ۱ سطر نمبر (نیچے سے) ۴ اور اقلیت پسندوں کی جگہ عقلیت پسندوں پڑھا جائے۔

قارئین اس کی درستی فرمالیں ادارہ اس سہو کتابت پر معذرت خواہ ہے۔

یوم جمہوریہ کی تقریب

قادیان ۲۶ جنوری یوم جمہوریہ کی تقریب مقامی میونسپل کمیٹی میں شاندار ڈھنگ سے منائی گئی۔ اس تقریب میں شمولیت کے لئے شہر کے علاوہ اردگرد کے دیہات سے پہلے کی نسبت کثیر تعداد میں بچے بوڑھے۔ جوان آئے ہوئے تھے۔ تقریب کی صدارت سردار گورمکھ سنگھ صاحب ملہی پریذیڈنٹ کمیٹی نے کی۔ پروگرام کے مطابق ہمارے علاقہ کے M.L.A. شری ترپت راجندر سنگھ صاحب باجوہ مہمان خصوصی نے ۱۱ بجے قومی پرچم لہرایا رنگا رنگ لباس میں ملبوس سکول کی بچیوں نے قومی ترانہ گایا اور پولیس کے ایک چاق و چوبند دستے نے سلامی دی۔ اس کے بعد تفریحی پروگرام شروع ہوئے۔ اور بیچ بیچ میں تقاریر کا سلسلہ جاری رہا

جماعتی روایت کے مطابق ہمارے احمدی بھائیوں نے بھی کثیر تعداد میں اس قومی دن کی کارروائی میں شرکت کی آپسی بھائی چارہ حب الوطن کے گیت گائے گئے ہمارے احمدی بچوں نے بھی دیش پیار کا ترانہ پڑھا۔ (نامہ نگار)

شریعت - اسلام میں مذہب اور سیاست کا باہمی تعلق

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ایک بصیرت افروز لیکچر

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۳ر جون ۱۹۹۱ء کو بین المذاہب مشاورت منعقدہ سرینام (جنوبی امریکہ) میں مندرجہ بالا موضوع پر انگریزی میں جو خطاب فرمایا تھا اس کا اُردو ترجمہ ذیل میں ہدیہ قارئین ہے۔ اُردو ترجمہ مکرم و محترم مسعود احمد خان صاحب دہلوی سابق ایڈیٹر روزنامہ الفضل ربوہ (حال مقیم جرمنی) نے کیا ہے۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔ ادارہ الفضل یہ ترجمہ اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے۔ (مدیر)

شرعی قوانین کے نفاذ کے لئے مناسب ماحول کی ضرورت

حقیقت یہ ہے کہ شرعی قوانین کے نفاذ کے لئے بھی مناسب ماحول کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہر چند کہ یہ ایک بدیہی امر ہے لیکن ایک مسئلہ کے طور پر اس کی اہمیت کو بالعموم نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ میں نے مختلف پیرایہ اظہار اختیار کر کے اس مسئلہ کو بار بار اُٹھاتا رہا ہوں لیکن تاحال کسی طرف سے کوئی ایسا جواب سننے میں نہیں آیا جو مناسب ماحول پیدا کرنے کی اہمیت کو تسلیم کئے بغیر پورے معاملہ کا کوئی قابل عمل حل پیش کر سکتا۔ مناسب حال ماحول کی اہمیت ذہن نشین کرانے کا ایک پیرایہ اظہار یہ بھی ہے کہ علاقے علاقے اور ملک ملک کی اپنی اپنی آب و ہوا اور مخصوص فضا ہوتی ہے۔ ہر قسم کے پھول اور پھل ہر قسم کی آب و ہوا میں نہیں پنپ سکتے۔ مختلف پھلوں وغیرہ کے لئے مختلف آب و ہوا اور مخصوص نوعیت کی مختلف فضا کی ضرورت ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر کھجوریں صحرائی علاقوں میں پھولتی پھلتی ہیں۔ شمال کے انتہائی سرد اور خشک علاقوں میں وہ پھل پھول نہیں سکتیں۔ اسی طرح چیریز (CHERRIES) ایک ایسا پھل ہے جس کا درخت صحرائی علاقوں میں نہیں اُگ سکتا۔ اس کے لئے تو مخصوص نوعیت کی یکسر مختلف آب و ہوا درکار ہے۔ بعینہٖ شریعت کے نفاذ کے لئے بھی اس کے مناسب حال ایک مخصوص ماحول اور فضا کا ہونا ضروری ہے۔ اگر آپ نے وہ مطلوبہ ماحول اور اس کی مخصوص فضا پیدا نہیں کی تو اس غیر موزوں ماحول اور غیر مناسب فضا میں آپ شریعت کو زبردستی نافذ نہیں کر سکتے۔

چنانچہ انبیاء کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تاریخ گواہ ہے کہ ایک حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی نہیں بلکہ ہر نبی نے خدا کے عطا کردہ قانون کو نافذ کرنے کے لئے پہلے وہ صحت بخش و صحت افزا آب و ہوا اور فضا پیدا کی جس کے زیر اثر لوگ بالجبر نہیں بلکہ اپنی خوشی اور مرضی سے اس پر عمل پیرا ہو سکیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب ایسا با صلاحیت اور صحت مند معاشرہ معرض وجود میں آ گیا تب رفتہ رفتہ شرعی قوانین متعارف کرائے گئے اور اس طرح درجہ بدرجہ لوگوں کو اس کا عادی بنایا گیا۔ یہاں تک کہ قوانین کا پورا ضابطہ منکشف ہو کر پایہ تکمیل کو پہنچا۔ ایسا معاشرہ مذہب کے ضابطہ قانون کا (اسے آپ شریعت کا نام دیں یا کسی اور نام سے پکاریں) بار اُٹھانے اور اس پر بخوشی اور برضا و رغبت عمل پیرا ہونے کا اہل ہوتا تھا۔

مثال کے طور پر ایک ایسے معاشرے میں جہاں چوری کا رواج اس درجہ ہو کہ اسے معمول کی بات سمجھا جاتا ہو اور جہاں جھوٹ بے دریغ بولا جاتا ہو حتیٰ کہ جھوٹ ہی ان کا اوڑھنا بچھونا بنا ہوا ہو اگر آپ شریعت کے قوانین نافذ کر کے چوری کرنے والوں کے ہاتھ کاٹنے شروع کر دیں تو آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس کا انجام کیا ہوگا؟ سوچنے والی بات یہ ہے کہ کیا شریعت کا یہی مقصد ہے کہ لوگوں کو بلا دریغ قطع ید کی سزا ملتی چلی جائے۔ مذہب کے بارہ میں محض جذباتیت سے کام لینا بے فائدہ ہے۔ ہونا یہ چاہیئے کہ حقائق کا سامنا کر کے سوچ سمجھ کر قدم اُٹھایا جائے اور نفاذ شریعت کے مقصد میں کامیابی حاصل کی جائے۔ اس میں شک نہیں کہ خدا کی مرضی کو پورا کرنا ضروری ہے اور وہ ضرور پوری ہوگی لیکن اسے نظم و ضبط برقرار رکھتے ہوئے حکمت و دانائی سے پورا کرنا ہوگا۔ خدا تعالیٰ ہم سے اسی کی توقع کرتا ہے۔

اقتدار پر قبضہ کی غرض سے نفاذ شریعت کا بطور بہانہ استعمال

میں نے پاکستان کے سیاسی لیڈروں کے سامنے ایک تجویز رکھی کہ وہ تمام مسلمان علماء کو مدعو کریں اور ان سے کہیں کہ سارے مل کر پہلے ایک چھوٹے سے شہر میں شرعی قوانین نافذ کر کے اس کی اصلاح کا بیڑا اُٹھائیں۔ مثال کے طور پر فیصل آباد کو ہی لے لیں۔ وہ چھوٹا ہے یا بڑا ہے، تاجروں کا شہر اور پھر وہ کاروباری ہیرا پھیری کی وجہ سے بدنام بھی بہت ہے۔ میں نے ان سے کہا کہ جب اس ایک شہر کے لوگ شریعت کا بار اُٹھانے کے قابل ہو جائیں اور ایک شہر کی پورے طور پر اصلاح ہو جائے تو علماء حکومت سے کہیں ہم نے ایک شہر میں شریعت نافذ کر کے دکھا دی ہے۔ اب تم شرعی قوانین کے نفاذ و اجراء کا انتظام و انصرام سنبھالو اور اسے آگے بڑھاؤ۔ لیکن اس تجویز پر عمل کبھی نہیں ہوگا۔

علماء اس کی نوبت ہی نہ آنے دیں گے۔ انہیں کیا پڑی ہے کہ وہ لوگوں کو شریعت پر عمل پیرا کرانے اور انہیں اس پر کاربند بنانے کی ذمہ داری سنبھالیں۔ انہیں اس سے بھلا کیا واسطہ۔ یہ اسلام کی محبت نہیں ہے جس کے عنوان سے شریعت کے نفاذ کا مطالبہ کروا رہی ہے۔ یہ مطالبہ تو ایک ذریعہ اور واسطہ ہے اقتدار کے ایوانوں تک پہنچنے، پھر خود اقتدار پر قبضہ جمانے اور خدا کا نام لے لے کر اس کی آڑ میں حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لینے کا۔ ان کے اس مطالبہ کی ایک آلہ کار سے زیادہ اور کوئی حیثیت نہیں ہے۔ سو ساتھ ہی پہلے ہی من مانی کرنے اور ظلم روا رکھنے والے بدعنوان لوگ حکمران ہیں۔ لیکن وہ جو کچھ بھی کرتے ہیں عوام الناس کی نمائندگی کی آڑ میں کرتے ہیں۔ ان کی اس مذموم روش کو طوعاً و کرہاً ایک حد تک گوارا کیا جا سکتا ہے لیکن جب خدا کے نام پر ظلم ڈھایا جائے اور مسلسل ظالمانہ کارروائیاں روا رکھی جائیں تو یہ بدترین قسم کی ایسی مکروہ صورت حال ہے کہ جس سے بڑھ کر مکروہ صورت حال کا تصور انسانیت کے لئے ممکن نہیں ہے۔ ایسی صورت میں پہلے اس امر پر غور کرنے سے قبل کہ کیا دُنیا کے کسی ملک میں کسی مذہبی قانون کو باضابطہ ملکی قانون کے طور پر نافذ کیا جا سکتا ہے۔ ایک بار یا بار بار نہیں بلکہ ہزار بار یہ سوچنا اور اس امر کا اندازہ لگانا پڑے گا کہ ایسا کرنے والوں کی نیتیں، ارادے اور اصل اغراض و مقاصد کیا ہیں اور ان کے کیا نتائج و عواقب رونما ہوں گے۔ میرے نزدیک ضروری نہیں کہ ارادے اور اغراض و مقاصد شکوک و شبہات سے یکسر بالا ہوں۔

میں اس مسئلہ کو سردست یہیں ختم کرتا ہوں۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ دوسرے موضوع کی طرف توجہ دینے کے لئے وقت نکل سکے گا تو میں اس

موضوع پر بھی روشنی ڈال دوں گا۔ سردست میں نے جو کچھ عرض کیا ہے اس کے بارہ میں اب ہم بیٹھ کر گفتگو اور تبادلہ خیالات کریں گے۔

سوالات اور ان کے جواب

تقریر کے بعد سامعین کی طرف سے بہت سے سوالات کئے گئے جن کے فاضل مقرر (امام جماعت احمدیہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ) نے جواب دئے۔ ان میں سے بعض سوالات اور ان کے جواب درج ذیل ہیں۔ جیسا کہ قارئین بھی محسوس کریں گے بعض سوالات پورے طور پر ریکارڈ نہیں کئے جا سکے لیکن جواب سے خود عیاں ہو جاتا ہے کہ سوال کس بارہ میں دریافت کیا گیا تھا اور یہ کہ اس کی نوعیت کیا تھی (نوٹ از مرتب)

سوال:۔ مغربی دنیا میں شریعت اور اس کے نفاذ کے بارہ میں عجب قسم کا الجھاؤ پایا جاتا ہے ....

جواب:۔ مخصوص نوعیت کے اس سوال کے لئے میں آپ کا ممنون ہوں تاہم میرا خیال یہ تھا کہ اس نوعیت کے سوالات ہماری آج کی گفتگو کے دائرے میں نہیں آتے۔

ہم فی الوقت جس بات پر غور کر رہے ہیں وہ یہ ہے کہ کیا بحالت موجودہ کسی بھی ملک میں کسی مذہب کے شرعی قانون کو ملکی قانون کے طور پر اختیار کرنا ممکن ہے؟ ۔ میرے نزدیک ایسا کرنا ممکن نہیں ہے۔ اگر خدا کے نام پر آپ صدق دل سے بھی چاہیں تو آپ کے لئے ایسا کرنا ممکن نہ ہوگا۔ وجہ ظاہر ہے اور وہ یہ کہ لوگ بالعموم مذہب سے بہت دور ہو چکے ہیں اور انہوں نے منافقت کا لبادہ اوڑھ لیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ پوری انسانی سوسائٹی پر منافقت کا رنگ چڑھ چکا ہے۔ صرف سیاست میں ہی منافقت سے کام نہیں لیا جا رہا بلکہ انسانی سوسائٹی کے ہر شعبہ حیات پر منافقت نے اس درجہ غلبہ پا رکھا ہے کہ کوئی شعبہ بھی اس کی دست برد سے محفوظ نہیں ہے۔ منافقت جب کسی سوسائٹی میں جڑ پکڑ لیتی ہے تو وہ ایمانداری اور دیانتداری کو پنپنے نہیں دیتی۔ منافقت کا غلبہ اس امر کا امکان ہی پیدا نہیں ہونے دیتا کہ خدا کا کلام کہیں بھی جڑ پکڑ سکے یہ ہے بنیادی مسئلہ جس سے اس وقت پوری انسانی سوسائٹی دوچار ہے۔

سوال:۔ میرا احساس ہے کہ ایک ایسا قانون جو قدیم زمانوں کے لئے نازل ہوا تھا اسے ہم زمانہ جدید میں کامیابی سے نافذ نہیں کر سکتے۔ میرا احساس درست ہے یا نہیں اس بارہ میں ذرا وضاحت سے بیان فرمایئے؟

جواب:۔ میں نے اس سوال کا بہت گہرائی میں جا کر مطالعہ کیا ہے۔ میں اس بات پر پختہ یقین رکھتا ہوں کہ مذہب اپنی قدامت کے باوجود دائمی اور آفاقی ہو سکتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اس کے اصول انسانی فطرت کے عین مطابق ہوں یعنی ان کی جڑیں فطرت انسانی میں گہرائی تک اُتری ہوئی ہوں اور وہاں مضبوطی سے پیوست ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسانی فطرت کبھی نہیں بدلتی۔ وہ غیر متبدل ہوتی ہے۔ قرآن نے بعینہٖ یہی دعویٰ کیا ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ اسلام دین فطرت ہے یعنی یہ ایک ایسا مذہب ہے اور ایسا قانون ہے جو فطرت انسانی پر مبنی ہے۔ اس بارہ میں قرآن کا ارشاد ہے کہ "لا تبدیل لکلمٰت اللّٰہ" (یونس: ۶۵) اس کا مفہوم یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے جو کچھ پیدا کیا ہے اور اس نے جیسا کچھ اندرونی طور پر تمہیں بنایا ہے یعنی جبر و قدر کا سلسلہ، ذوق و شوق، میلان طبع، کوئی کام کرنے یا نہ کرنے کا اختیار، یہ سب چیزیں اسی طرح قائم و دائم رہتی ہیں۔ اسی طرح اس قانون کا بھی دائمی اور آفاقی ہونا لازمی ہے جس کی جڑیں فطرت انسانی میں پیوست ہوں۔ لیکن قرآن نے صرف اتنا کہنے پر ہی اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ تمام مذاہب اپنی ابتدائی حالت میں بھی اور اس حالت میں بھی جب وہ نشوو ارتقاء کے مدارج میں سے گزر رہے تھے بنیادی طور پر ان معنوں میں ایک ہی تھے کہ وہ انسانی فطرت سے تعلق رکھنے والی بنیادی صداقتوں کے حامل تھے۔ اس حقیقت کا اظہار اس نے "دین القیمۃ" (البینۃ) کی اصطلاح کے ذریعہ کیا ہے۔ قرآن کا کہنا ہے کہ ہر مذہبی تعلیم تین بنیادی پہلوؤں پر مشتمل تھی۔

اوّل:۔ یہ کہ اے انسانو! تم خدا کے ہو کر زندگی بسر کرو جس کا مطلب یہ ہے کہ خلوص نیت سے خدا کے ساتھ تمہارا تعلق بہر طور استوار رہنا چاہیئے۔

دوم:۔ یہ کہ تمہیں صرف اور صرف خدا ہی کی عبادت کرنی چاہیئے۔ عبادت کا مطلب صرف زبان سے خدا کی توحید اور اس کی تحمید و تمجید کا اقرار کرنا ہی نہیں بلکہ عبادت کا اصل مطلب یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی صفات کے مظہر بننے کی کوشش کرو۔

سوم:۔ یہ کہ تم اپنے ہم جنس جملہ بنی نوع انسان کی خدمت کو اپنا شعار بناؤ اور ضرورت مندوں کی حاجتیں پوری کرنے کے لئے اپنے اموال خرچ کرو۔

قرآن مجید کے نزدیک آسمانی ہدایت کی یہ تین بنیادی شاخیں ہیں جو جملہ مذاہب میں مشترک تھیں تاہم مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ تحریف و ناروا اضافوں کے نتیجہ میں ان میں تبدیلیاں آتی چلی گئیں۔ پس ضرورت نئی تعلیم کی نہیں بلکہ اس امر کی پیش آتی رہی کہ اصل تعلیم کو انسانی ملاوٹوں سے پاک کرکے خالص اور نکھری ہوئی حالت میں از سرنو پیش کیا جائے۔ چنانچہ ہر نبی کی بعثت کے ذریعہ یہی کچھ ہوتا رہا۔

اس وقت جو سوال کیا گیا ہے وہ ایک بہت پیچیدہ اور اُلجھا ہوا سوال ہے۔ اور اس کا زیر غور موضوع سے براہ راست کوئی تعلق بھی نہیں ہے۔ میں اُمید رکھتا ہوں کہ اس بارہ میں اتنی وضاحت ہی کافی متصور ہوگی۔

اب رہا یہ امر کہ کیا اسلامی قانون یا کسی بھی مذہبی قانون کو بالجبر نافذ کیا جا سکتا ہے تو اس بارہ میں میں یہی کہوں گا کہ کسی مذہبی قانون کو بالجبر نافذ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ایسا کرنا خود مذہب کی روح کے خلاف ہوگا۔ قرآن مجید صاف اور واضح الفاظ میں اعلان کرتا ہے:

"لا اکراہ فی الدین"
(البقرہ: ۲۵۱)

یعنی دین کے معاملہ میں کسی قسم کا جبر جائز نہیں۔

یہ اعلان بے شک ایک قرآنی اعلان ہے لیکن ہے یہ ایک آفاقی صداقت۔ یہ آفاقی صداقت کبھی تبدیل نہیں ہو سکتی۔ یہ اپنی ذات میں ایک مثال ہے اس امر کی کہ قوانین کس طرح اور کس طریق پر دائمی اور آفاقی حیثیت اختیار کر سکتے ہیں۔ اس آفاقی صداقت کا مطلب یہ ہے کہ مذہب یا مذہب سے متعلق اُمور میں جبر کے دخل کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ اس بارہ میں نہ جبر روا رکھنے کی اجازت ہے اور نہ ہی جبر روا رکھنا ممکن ہے۔ ان حالات میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر کوئی مذہب اپنے شرعی قانون کو ایک ایسے معاشرہ میں نافذ کرتا ہے جس میں دوسرے مذاہب یا مسالک کے لوگ بھی رہتے ہیں تو قرآن مجید کی یہ آیت جبر کی اس کوشش میں کیوں مزاحم نہ ہوگی۔ یہ سوال صرف دوسرے مذاہب کے بارہ میں ہی نہیں بلکہ خود اس مذہب کے اپنے پیروکاروں کے بارہ میں بھی پیدا ہوگا جو نافذ کردہ قوانین پر عمل پیرا ہونے کے لئے تیار یا آمادہ نہ ہونگے۔ یہ ہے بنیادی سوال جبر کی صورت میں اس سوال کا اُٹھنا اور پیش آنا ناگزیر ہے۔ اس سے نتیجہ یہ اخذ ہوتا ہے کہ مذہب میں اس امر کی گنجائش ہی نہیں ہے کہ جبر کو ایک آلہ کار کے طور پر اختیار کیا جا سکے۔ مذہبی نقطہ نگاہ سے جبر ایک جائز آلہ کار ہے ہی نہیں۔

اسلام میں وہ مقتدر اور صاحب اختیار ہستی جو حقیقی معنوں میں اس بات کی سزاوار اور اہل تھی کہ اسے جبر روا رکھنے کا حق دیا جاتا ایک ہی ہو سکتی تھی اور وہ تھے خود بانی اسلام حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپؐ اسلام کا ایک جیتا جاگتا زندہ و تابندہ نمونہ تھے۔ اسی لئے جب آپؐ کی حرم محترم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپؐ کی سیرت کے بارہ میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا آپؐ کے وجود باجود میں قرآن عمل کے سانچہ میں ڈھلا ہوا تھا اس لحاظ سے آپؐ کا وجود خود زندہ قرآن کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس لحاظ سے حقیقی معنوں میں صرف اور صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی اس بات کے اہل ہو سکتے تھے کہ آپ کو دوسرے مذہب میں مداخلت کا اختیار دیا جاتا اور یہ اجازت دی جاتی کہ

جہاں مذاہب میں اصلاح کی غرض سے ضروری ہو وہاں آپ طاقت استعمال کر سکتے ہیں لیکن ایسا ہرگز نہیں ہوا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن آپ کو مخاطب کرکے فرماتا ہے:

”انما انت مذکر ۵ لست علیھم بمصیطر ۵“

(سورہ الغاشیہ: ۲۲، ۲۳)

ان آیات کے مفہوم کی رو سے اللہ تعالیٰ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرماتا ہے تم صرف ایک نصیحت کرنے والے ہو تمہیں جبر کا اختیار نہیں ہے۔ گویا یہ فرمایا کہ تم سپرنٹنڈنٹ آف پولیس نہیں ہو۔ لفظ مصیطر کا ہو بہو مطلب سپرنٹنڈنٹ آف پولیس ہی بنتا ہے۔ اسی لئے مَیں کہتا ہوں کہ مذہب کے معاملہ میں نہ جبر ممکن ہے اور نہ خدا نے اس کی اجازت دی ہے۔

مزید برآں یہ امر بھی غور طلب ہے کہ ایک مسلمان کے لئے اسلامی شریعت پر عمل پیرا ہونے میں کیا چیز مانع ہو سکتی ہے؟ کیا ضرورت ہے کہ وہ شریعت پر عمل پیرا ہونے کے لئے باضابطہ قوانین کی تبدیلی کا انتظار کرے؟ اسلام کا بیشتر حصہ اسی طرح عیسائیت کا اکثر حصہ اور یہودیت و ہندومت کا غالب حصہ ایسا ہے جس پر از خود عمل کیا جا سکتا ہے۔ اس پر عمل کرنے کے لئے قطعاً اس امر کی ضرورت نہیں کہ اسے ملکی قانون کا درجہ دیا جائے۔ فی زمانہ ایسا کرنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ موجودہ دور کے سیاسی مفکرین کے نزدیک اس امر کو ایک مسلمہ عمومی اصول کی حیثیت حاصل ہے کہ مذہب کو سیاست میں اور سیاست کو مذہب میں مداخلت کی اجازت نہیں ہونی چاہیئے۔ یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ مَیں مذہب اور سیاست کی ایک دوسرے کے معاملات میں مداخلت کا ذکر کر رہا ہوں۔ دونوں کے مابین تعاون کی بات نہیں کر رہا۔ تعاون اس مضمون کا دوسرا پہلو ہے۔ پس اگر ایک سوسائٹی کو اپنی مذہبی تمناؤں اور اُمنگوں کے مطابق زندگی بسر کرنے کی کھلی اجازت حاصل ہے تو متعلق مذہبی قانون کو ملکی قانون کے طور پر نافذ کرنا کیونکر لازمی اور ضروری ٹھہرایا جائے۔

مَیں یہ دکھانے کے لئے کہ پاکستان میں شرعی قانون کا نفاذ کیوں اور کس طرح پہلے ہی ناکام ہو چکا ہے ایک مثال کا حوالہ بتا دیتا ہوں۔ جنرل ضیاء الحق آنجہانی کے دورِ حکومت میں مسلم شرعی عدالتوں کا قیام بھی عمل میں لایا گیا اور اس بات کو پولیس کی مرضی اور صوابدید پر چھوڑ دیا گیا کہ وہ کسی ملزم کو الزام عائد کرنے کے بعد اس کا چالان شریعت کورٹ میں بھجوائے یا عام عدالت میں۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ نتیجہ اس کا کیا برآمد ہوا؟ ہوا یہ کہ بمشکل ہی کسی مقدمہ کے مسلم شریعت میں پیش ہونے کی نوبت آئی کیونکہ پولیس نے رشوت کا بھاؤ چڑھا دیا۔ اس نے ملزموں کو یہ ڈراوا دینا شروع کر دیا کہ اگر انہوں نے عام ریٹ سے دوگنا رشوت نہ دی تو ان کا مقدمہ شریعت کورٹ میں بھیج دیا جائے گا۔ دیکھا آپ نے شرعی عدالتوں کا قیام کس صورت حال پر منتج ہوا۔ آپ یہ جان کر حیران ہونگے کہ ہزاروں مقدمات میں سے بمشکل دو یا تین مقدمات شرعی عدالتوں میں زیر سماعت آئے اور وہ بھی زیادہ تر اس لئے کہ ایسا سیاسی دباؤ کی وجہ سے ہوا۔ کیونکہ بعض سیاسی جماعتیں اپنے مخالفوں کو شرعی عدالتوں سے سزائیں دلوانا چاہتی تھیں۔ ان کی خواہش یہ ہوتی تھی کہ ایسے مقدمات کو شرعی عدالتیں ہی نپٹائیں۔ سو یہ ہے زندگی کی ایک عملی حقیقت ہم اسے کیسے بدل سکتے ہیں؟

سوال:۔ ...... انبیاء کی بعثت کے ساتھ ساتھ شریعت کے قوانین کیوں تبدیل ہوتے رہتے ہیں؟

جواب:۔ اس ضمن میں پہلے یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ شریعت کے قوانین میں تبدیلی کے عمل کو عمومیت کا رنگ دینا اور اسے سنت مستمرہ کے طور پر پیش کرنا ایک ناروا جسارت کے مترادف ہوگا۔ تاریخ مذاہب کے مطالعہ سے یہ بات از خود عیاں ہو جاتی ہے کہ یہ سمجھنا درست نہیں کہ ہر نبی اپنے سے پہلے نبی پر نازل ہونے والی شریعت کو تبدیل کرنے کے پیش نظر ہی مبعوث ہوتا رہا۔ اکثر انبیاء کے آنے کی غرض یہ تھی کہ وہ پہلے سے نازل شدہ شریعت کے لئے تقویت کا موجب ہو کر اسے عملی طور پر از سر نو بحال کریں۔ وہ شریعت کو بدلنے کے لئے نہیں آئے تھے۔ مثال کے طور پر آپ یہودیت کا مطالعہ کریں تو آپ یہ جان کر حیران رہ جائیں گے کہ مسیح علیہ السلام کے زمانے تک نہ تو کوئی نئی شریعت نازل ہوئی اور نہ کسی نوع کے نئے قوانین کا نفاذ عمل میں آیا۔ ہاں ایسا ضرور ہوتا رہا کہ لوگ شرعی قوانین کو از خود اپنی مرضی کے مطابق بدلتے رہے۔ بنی اسرائیل میں انبیاء اس غرض سے مبعوث ہوئے اور ہوتے رہے کہ پہلے سے موجود شرعی قوانین کو بحال کریں اور لوگوں کو ان پر عمل پیرا کرائیں۔ وہ شرعی قوانین کی اصل روح کو برقرار رکھتے ہوئے ان کی نئی توجیہات پیش کرتے رہے۔ پس دُنیا کے بڑے بڑے مذاہب کے مطالعہ سے مذہب کی عمومی تاریخ کا جو نقشہ اُبھرتا ہے وہ سوال کرنے والے صاحب کے مفروضہ سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا۔ وہ بالکل مختلف کوائف و احوال کا عکاس نظر آتا ہے۔ انبیائے بنی اسرائیل کے علاوہ چین سے مبعوث ہونے والے مصلحین کے احوال سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔ وہاں خدا کی طرف سے تاؤ (TAO) ایک تعلیم لے کر آئے۔ ان کے بعد آنے والے کنفیوشس نے اس تعلیم کا ایک شعشہ بھی تبدیل نہیں کیا۔ بعینہٖ وہی تعلیم تھی جسے نئے آنے والے نے زیادہ زور اور قوت کے ساتھ پیش کرکے لوگوں کو اس کی تعبیرات و توجیہات سے آگاہ کیا۔

تاہم مَیں اس امر سے اتفاق کرتا ہوں کہ قرآن مجید نے ضمنی طور پر اس امر کا ذکر کیا ہے کہ بعض قوانین میں تبدیلی بھی رونما ہوتی ہے۔ لیکن اس ضمن میں دیکھنے والی بات یہ ہے کہ آیا وہ تبدیلی بنیادی نوعیت کی ہوتی ہے یا فروعی نوعیت کی؟ اور یہ کہ وہ تبدیلی کس طرح رونما ہوتی ہے؟ نیز یہ کہ ایک دفعہ تبدیلی کے بعد ان میں مزید تبدیلیوں کی ضرورت بھی پیش آتی ہے یا نہیں؟ یہ سب بہت اہم سوال ہیں اور اپنی اہمیت کے پیش نظر اس امر کے متقاضی ہیں کہ مَیں ان کا بھی جواب دوں۔ سو اس ضمن میں مَیں شرعی قوانین میں منجانب اللہ تبدیلی کی تین مثالیں پیش کرتا ہوں۔ بالآخر یہ تبدیلیاں اسلام کے آخری اور حتمی پیغام و احکام پر منتج ہوئیں۔

پہلے مَیں یہودیت کی مثال لیتا ہوں۔ فراعنہ مصر کی طرف سے زمانہ دراز تک جاری رہنے والے ظلم و ستم اور بے پناہ استبداد کے زیر اثر بنی اسرائیل رفتہ رفتہ دلیری و شجاعت اور مقابلہ و مقاومت کے اوصاف سے عاری ہو گئے تھے۔ حق پر ہونے اور صداقت کے علمبردار ہونے کے باوجود ان میں ان اوصاف سے کام لینے اور عند الضرورت ان کا مظاہرہ کرنے کی ہمت ہی باقی نہ رہی تھی۔ زمانہ طویل تک ان کی انا کو اس قدر کچلا گیا تھا کہ ظلم و زیادتی کا جائز بدلہ لینے کا خیال کبھی ان کے دل میں نہ آتا تھا۔ ان کے خلاف جب ظلم روا رکھا جاتا تھا تو وہ اپنی کمزوری چھپانے کی غرض سے کہہ دیا کرتے تھے کہ ہم اپنے دشمن کو معاف کرتے ہیں۔ یہ معافی طاقتور دشمن کے لئے ہوتی تھی نہ کہ کمزور دشمن کے لئے۔ جب ایسی ناگفتہ بہ حالت پیدا ہو جائے تو صورت احوال کی اصلاح کے پیش نظر قانون میں انقلابی نوعیت کی تبدیلی ضروری ہو جایا کرتی ہے۔ ایسی ہی تبدیلی اس وقت رونما ہوئی جب موسوی شریعت میں بدلہ لینے کی اہمیت پر زور دیا گیا۔ اسی لئے دانت کے بدلے دانت اور آنکھ کے بدلے آنکھ کی تعلیم دی گئی اور اس شدت سے دی گئی کہ کسی حال میں بھی معافی کی کوئی گنجائش باقی نہ رہی۔ اس قانون پر لمبے عرصہ تک عمل ہوتا رہا۔

پھر حضرت مسیح علیہ السلام تشریف لائے۔ بدلہ لینے کی اہمیت پر بہت زیادہ زور دینے کی وجہ سے اس وقت تک یہودی معافی کے مفہوم سے بکلی ناآشنا ہو چکے تھے۔ شیکسپیئر نے ایک ڈرامہ میں شائی لاک نامی یہودی کا جو کردار پیش کیا ہے۔ اس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس بارہ میں یہودی کس انتہا کو پہنچے ہوئے تھے۔ اگر مسیح علیہ السلام بھی بدلہ لینے کی تعلیم پر زور دیتے تو یہودی جو پہلے ہی سنگدل ہو چکے تھے بدلہ لینے میں اور زیادہ شدت پر اُتر آتے۔ چنانچہ حضرت مسیح علیہ السلام نے ان سے بدلہ لینے کا حق واپس لے لیا۔ ظاہر ہے ایسی ہدایت مستقل نوعیت کی نہیں ہو سکتی تھی۔

ایسے حالات کے رونما ہونے پر ادنیٰ نوعیت کے سطحی احکام نازل کئے جاتے ہیں لیکن ایسے احکام وقتی اور عارضی ہوتے ہیں۔ وہ ایک محدود زمانے تک ہی مؤثر رہتے ہیں بعد میں ان کی افادیت ختم ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اس کے بعد قرآن مجید نازل ہوا۔ اس بارہ میں قرآن نے جو تعلیم دی وہ اس کی اس آیت میں مذکور ہے:

"جزاء سیئة سیئة مثلها ۵ فمن عفا واصلح فاجره علی اللّٰہ"
(الشوریٰ: ۴۱)

مفہوم اس آیت کریمہ کا یہ ہے کہ کوئی شخص تمہارے ساتھ ظلم روا رکھے اور زیادتی سے پیش آئے تو تمہیں بدلہ لینے کا حق حاصل ہے۔ لیکن تمہارے ساتھ جتنی زیادتی کی گئی ہے بدلہ لینے میں تمہیں اس سے تجاوز کرنے کی اجازت نہیں۔ یہ ہے اس ضمن میں پہلا یا محض ایک اصول۔ دوسرا اصول یہ ہے کہ تم معاف بھی کر سکتے ہو لیکن تمہارا معاف کرنا ایک شرط کے ساتھ مشروط ہے۔ وہ شرط یہ ہے کہ تم صرف اس صورت میں معاف کر سکتے ہو جب معاف کر دینے میں تمہیں اصلاح کا امکان نظر آئے۔ برخلاف اس کے اگر معافی کے نتیجہ میں اعادہ جرم کا مزید امکان ہو تو پھر تمہیں معاف کرنے کی اجازت نہیں۔ یہ ہے قرآنی تعلیم جو جرم و سزا کے ارتقائی مراحل کے انتہائی درجہ کمال کی آئینہ دار ہے۔ میں اپنے عالمگیر سفروں کے دوران بہائی دوستوں اور دُنیا کے مختلف حصوں سے تعلق رکھنے والے سکالرز سے اس موضوع پر تبادلہ خیالات کرتا رہا ہوں اور ان سے کہتا رہا ہوں کہ وہ زمانہ جدید کے تقاضوں کے پیش نظر قرآنی تعلیم میں ردوبدل کی گنجائش نکال کر دکھائیں۔ آج تک کوئی ایسا شخص مجھے نہیں ملا جو اس حتمی اور اٹل قانون میں کسی نوع کی تبدیلی تجویز کر سکا ہو۔ پس اگر قوانین محکم اور ابلغ ہوں، ان میں لچک بھی پائی جاتی ہو اور وہ بنیادی طور پر انسانی فطرت کے ساتھ پوری طرح مربوط بھی ہوں تو عقل سلیم کے نزدیک ان میں ردوبدل کا سوال کیسے پیدا ہو سکتا ہے۔

میں پھر کہوں گا کہ اہم ہونے کے باوجود یہ بحث اصل موضوع سے کسی قدر ہٹی ہوئی ہے۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ اس بارہ میں میں نے جو کچھ عرض کیا ہے فی الوقت وہی کافی ہے۔ اب ہم دوسرے دوستوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ وہ بھی اگر کوئی سوال کرنا چاہتے ہیں تو کر سکتے ہیں۔

سوال:- براہ کرم واضح فرمایئے کہ شریعت اور دین میں کیا فرق ہے؟

جواب:- "دین" کا لفظ استعمال ہوتا ہے کسی فلاسفی یعنی پُرحکمت نظریئے یا کسی مسلک کے لئے۔ نیز عمل و کردار کے اس ضابطہ کے لئے بھی یہ بولا جاتا ہے جسے آپ اپنے لئے اختیار کرنا پسند کریں مثال کے طور پر بعض مسلمان علماء کے نزدیک بت پرستوں یا مشرکوں کا کوئی دین نہیں تھا۔ اس نظریہ کو کہ ان مشرکوں کا بھی کوئی دین تھا وہ حد درجہ قابل نفرین گردانتے ہیں لیکن قرآن مجید نے ان کے مشرکانہ مسلک کے لئے دین ہی کا لفظ استعمال کیا ہے۔ چنانچہ وہ خود مشرکوں کو مخاطب کرکے فرماتا ہے:-

"لکم دینکم ولی دین"
(الکافرون: ۷)

اسی طرح جب قرآن یہ کہتا ہے کہ:

"لا اکراہ فی الدین"
(البقرہ: ۲۵۷)

تو اس میں "دین" کا لفظ عمل و کردار کے ہر اس ضابطہ پر حاوی ہے جسے لوگ اختیار کرتے اور اس کے مطابق زندگی گزارتے ہیں۔ دین صرف خدا کی ہستی پر ایمان لانے کا نام نہیں ہے۔ خدا کی ہستی کا انکار بھی ایک جداگانہ دین کہلا سکتا ہے۔

برخلاف اس کے شریعت کی بنیاد ہستی باری تعالیٰ کے عقیدے پر ہوتی ہے۔ پس شریعت مبنی ہوتی ہے اس بات پر کہ

(الف) خدا ہے۔

(ب) خدا اس بارہ میں اپنی مرضیات منکشف فرماتا ہے کہ انسان اپنے مستقبل یعنی اپنی تقدیر کو کس طرح سنوارے۔

(ج) جب خدا کی مرضی کو بعض قواعد و ضوابط یا قوانین کی شکل میں واضح کیا جاتا ہے تو وہ قواعد و ضوابط اور قوانین شریعت کہلاتے ہیں۔

شریعت کا لفظ اسلام کے بیان فرمودہ قوانین کے لئے ہی مخصوص نہیں ہے بلکہ ہر مذہب کی اپنی ایک شریعت ہے۔

اس ضمن میں اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا شریعت پر اس امر کے باوجود بھی عمل پیرا ہوا جا سکتا ہے کہ اسے (یعنی شریعت کو) باقاعدہ ملکی قانون کا جزو تسلیم نہ کیا گیا ہو میں اس بارہ میں اپنی جماعت کو بطور مثال پیش کر سکتا ہوں۔ ہمارے نزدیک ایسی صورت میں بھی شریعت پر عمل پیرا ہونا ہرگز ناممکن نہیں ہے۔

امر واقعہ یہ ہے کہ دُنیا کا قریباً ہر ملک اپنے ہاں کی ہر جماعت یا سوسائٹی کے ممبران کو اجازت دیتا ہے کہ وہ اپنے باہمی تنازعات ثالثی کے ذریعہ طے کر سکتے ہیں۔ میرے علم کے مطابق دُنیا کے اکثر ممالک میں ازروئے قانون ثالثی کا اس درجہ احترام کیا جاتا ہے کہ اگر کسی تنازعہ کے فریقین ثالثی کے فیصلہ کو من و عن تسلیم کرنے کی دستاویز پر دستخط کر دیں تو ملک کی اعلیٰ ترین عدالت بھی ثالثی کے فیصلہ کو کالعدم نہیں کیا کرتی۔

ہم نے جماعت احمدیہ میں قضاء بورڈ کا قیام عمل میں لاکر تنازعات کا فیصلہ کرنے کے لئے قاضی مقرر کر رکھے ہیں جو احمدی افراد اپنے باہمی تنازعات یا اختلافات ملک میں مروج عام قوانین کے ذریعہ طے کرانا نہیں چاہتے وہ انہیں جماعت کے قضائی نظام کے پاس لے آتے ہیں۔ وہاں تنازعہ کے دونوں فریق ایک اقرار نامہ پر دستخط کرتے ہیں۔ مفہوم اس اقرار نامہ کا یہ ہوتا ہے کہ ہم بلا جبر و اکراہ اپنی مرضی سے یہ چاہتے ہیں کہ جماعت کا قضائی نظام قرآنی قانون کی روشنی میں ہمارے تنازعہ کا فیصلہ کر دے اور یہ کہ ہم اس فیصلہ کو دل سے قبول کرکے اس کی پوری پوری پابندی کریں گے۔ ایسے مقدمات میں کسی حکومت نے نہ کبھی مداخلت کی ہے اور نہ کبھی روک ٹوک ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ ہمارا قضائی نظام بڑی خوش اسلوبی سے چل رہا ہے۔

اسی طرح جہاں تک عبادت کا تعلق ہے اس کا سلسلہ ہر ملک میں جاری و ساری ہے۔ ہر انسان خواہ اس کا تعلق کسی بھی ملک و قوم اور نسل سے ہو آزاد ہے کہ وہ جس طریق پر چاہے خدا کی عبادت کرے۔ اسے اس بارہ میں پوری پوری آزادی حاصل ہونی چاہیئے۔ یہ ہر انسان کا بنیادی حق ہے۔ البتہ پاکستان میں احمدیوں کو یہ آزادی حاصل نہیں ہے تاہم یہ ایک علیحدہ مسئلہ ہے ورنہ بین الاقوامی طور پر تسلیم شدہ اصل الاصول یہی ہے کہ ازروئے قانون طریق عبادت میں کوئی مداخلت نہیں کی جا سکتی اور نہ کوئی رکاوٹ ڈالی جا سکتی ہے۔

سو عام دنیوی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ زندگی کے ان شعبوں میں شریعت کو ملکی قانون کی شکل دئے بغیر اس پر باقاعدہ عمل پیرا ہوا جا سکتا ہے۔

سوال:- آپ نے لیکچر کے دوران فرمایا ہے کہ پاکستان کے وزیر اعظم جناب نواز شریف نے فیصلہ کیا ہے کہ پاکستان میں شرعی قوانین کا نفاذ عمل میں لایا جائے گا۔ اس ضمن میں انہوں نے کسی تفصیل میں جائے بغیر صرف قرآنی نظام کا حوالہ دینے پر اکتفا کیا ہے۔ یہ کسی نظام کو عملی جامہ پہنانے کا صحیح طریق نہیں ہے۔ میں نے محسوس کیا ہے کہ آپ نے اس مضمون کا مطالعہ ہی نہیں کیا ہے بلکہ تحقیق و تدقیق سے کام لے کر اصل حقائق تک پہنچنے کی کوشش کی ہے۔ میں جاننا چاہتا ہوں کہ آپ کی رائے میں ایک ملک کو کس قسم کی قانون سازی کرنی چاہیئے؟ اس ضمن میں بہت سی الجھنیں سامنے آتی ہیں مثلاً یہی کہ جہاں تک قانون سازی کا تعلق ہے شریعت کو درمیان میں آنے دیا جائے یا نہ آنے دیا جائے؟ اگر آنے دیا جائے تو کیا ملکی ضرورت کے پیش نظر شرعی قوانین میں ترمیم و تنسیخ سے کام لینا درست ہوگا؟ کیا بہتر ہوگا کہ سیکولر نوعیت کی قانون سازی پر اکتفا کیا جائے؟ آپ کے نزدیک ان تمام الجھنوں کا حل کیا ہے؟

جواب:- اس سوال کے دریافت کرنے پر میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کیونکہ مجھے اپنے خطاب کے دوران اس پہلو پر بھی روشنی ڈالنی چاہیئے تھی حقیقتاً یہ ایک اہم موضوع ہے کہ اسلام میں حکومت کا کیا تصور پیش کیا گیا ہے؟ اسے حل کرنا بہت ضروری ہے۔

میں نے بہت گہرائی میں جاکر اس موضوع کا مطالعہ کیا ہے۔ گزشتہ صدی ۔۔۔ مسلمان سکالرز نے اس موضوع پر بہت

نہ تھا ہے۔ میں نے قریباً سب کو پڑھا ہے اور سب کے ہی نظریات سے آگاہ ہونے کی کوشش کی ہے۔ وہ سب اس مسئلہ کو مناسب طور پر حل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے ہیں۔

دیکھنے والی بات یہ ہے کہ اگر اسلام ایک ایسی حکومت تجویز کرتا ہے جو خدا کی نمائندہ حکومت ہے تو پھر اس مسئلہ کا ایک اور زاویہ نگاہ سے جائزہ لینا ہوگا۔ برخلاف اس کے اگر اسلام ایک ایسے نظام حکومت کی اجازت دیتا ہے جو بہت سے دوسرے مذاہب اور اقوام کے مابین مشترک ہے تو پھر مختلف نقطہ نگاہ سے کام لینا ہوگا۔

میرے نزدیک اول الذکر صورت حال کا یہاں سوال پیدا نہیں ہوتا کیونکہ اسلام ہر دوسرے مذہب اور ہر دوسرے سیاسی نظام سے بڑھ کر سیکولر طرز حکومت کی حمایت کرتا ہے۔ بعض کے نزدیک یہ بات حیران کن ہوگی لیکن میں قرآن کے حوالہ سے اسے ثابت کر سکتا ہوں۔ سیکولرازم کی روح یا لب لباب یہ ہے کہ مذہب، عقیدے، مسلک، رنگ و نسل اور گروہی اختلافات سے یکسر بالا ہو کر کامل عدل سے کام لیا جائے۔ جڑ اور بنیاد کے طور پر یہ ہے سیکولرازم کی اصل تعریف۔ جہاں تک امور مملکت کی انجام دہی اور دیگر متعلقہ معاملات نپٹانے اور طے کرنے کا تعلق ہے بعینہٖ یہی تعلیم قرآن دیتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے:-

"اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ"
(النحل: ۹۱)

ترجمہ:- اللہ یقیناً عدل کا حکم دیتا ہے۔

اور پھر اس مضمون کو آگے بڑھاتے ہوئے اور اس کی وضاحت کرتے ہوئے مزید فرماتا ہے:-

"ولا یجرمنکم شنآن قوم علی الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ" (المائدہ: ۹)

یعنی تمہارے اور دوسرے لوگوں کے مابین کیسی ہی دشمنی کیوں نہ ہو وہ تمہیں کامل عدل سے ہرگز ادھر ادھر نہ ہونے دے۔ ہمیشہ عدل کرو۔ ایسا کرنا تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔

مراد یہ ہے کہ جب تم برسر حکومت ہوتے ہوئے اپنی ریاستی ذمہ داریاں ادا کرتے ہو تو ان ذمہ داریوں کو قطعی طور پر کامل عدل سے ادا کرو۔ جب عدل کو حکومت کے مرکزی نکتہ اور اس کی بنیادی ذمہ داری کے طور پر تسلیم کر لیا گیا تو پھر اسلامی قانون کو غیر مسلموں پر کیسے عائد اور نافذ کیا جا سکتا ہے؟ ایسا کرنا عدل کے خلاف ہوگا اور اس کے نتیجہ میں بہت سے تضادات اُٹھ کھڑے ہوں گے۔

اگر آپ اس اہم اور بنیادی نکتہ کا گہری نظر سے مطالعہ کریں تو آپ یہ جان کر حیران ہوں گے کہ اسلامی تعلیم کی جو توجیہہ میں بیان کر رہا ہوں اور جسے میں سو فیصد درست اور صحیح سمجھتا ہوں وہ ایک ایسی توجیہہ ہے جو بانی اسلام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کی رو سے بھی کانٹے کی تول پوری اُترتی اور درست ثابت ہوتی ہے۔ مدینہ میں جہاں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کرکے مستقل طور پر جا آباد ہوئے تھے یہودیوں اور دوسرے مذاہب والوں سے آپؐ کا رابطہ قائم ہوا۔ انہوں نے آپ کو اپنا مذہبی تو نہیں لیکن سیاسی لیڈر تسلیم کر لیا۔ وہ ایک معاہدے کی رو سے جو "میثاق مدینہ" کے نام سے موسوم ہے اس امر پر متفق ہو گئے کہ وہ آپؐ کے اعلیٰ و ارفع جذبہ انصاف پر پورا بھروسہ رکھتے اور اعتماد کرتے ہوئے اپنے تمام تنازعات تصفیہ کے لئے آپؐ کی خدمت میں پیش کیا کریں گے اور انہیں آپؐ سے ہی طے کروایا کریں گے۔ اس وقت اسلامی قانون پہلے نازل ہو چکا تھا۔ یہودی اپنے تنازعات کے سلسلہ میں رہنمائی اور فیصلہ کے لئے آپؐ کی خدمت میں آیا کرتے تھے۔ ہر دفعہ جب بھی یہود اپنا کوئی مقدمہ آپؐ کی خدمت میں لاتے تھے آپ اسلامی قانون ان پر ٹھونسنے اور اسے زبردستی نافذ کرنے کی بجائے بلا تکلف ان سے یہ ضرور دریافت فرماتے تھے کہ "تم تنازعہ کا فیصلہ یہودی قانون اور اسلامی قانون میں سے کس قانون کے تحت طے کرانا چاہتے ہو یا یہ چاہتے ہو کہ میں ثالثی کے ذریعہ اس کا فیصلہ کردوں۔" ایک دفعہ بھی ایسا نہیں ہوا کہ آپؐ نے کسی ایک فریق کے خلاف جو مسلمان نہ تھا اور اسلامی قانون کے مطابق فیصلہ کرانے پر راضی نہ تھا اسلامی قانون زبردستی نافذ کیا ہو۔ ایک مثال بھی ایسی پیش نہیں کی جا سکتی کہ کبھی آپؐ نے ایسا کیا ہو۔ یہ ہے وہ عدل جسے میں حقیقی اور کامل عدل کہتا ہوں۔ ایک حقیقی اسلامی حکومت کے لئے (اگر وہ فی الحقیقت اسلامی حکومت کہلانے کی متمنی اور مدعی ہو) ناگزیر ہے کہ وہ باشندگان ملک کی مرضی اور منشاء کو پوری طرح ملحوظ رکھتے ہوئے قانون سازی کے ذریعہ حقیقی اور کامل عدل کو اپنا شعار بنائے اور اسے ہر طور قائم کرکے دکھائے بصورت دیگر وہ اسلامی حکومت کہلانے کی مستحق نہ ہوگی۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایسی حکومت اسلامی ہوتے ہوئے بھی ایک سیکولر حکومت ہوگی۔

سوال:- اگر آپ مختلف نوعیت کی قانون سازی روا رکھیں گے یعنی ہندوؤں کے لئے الگ قانون سازی ہو، عیسائیوں کے لئے الگ ہو اور اسی طرح دوسرے مذاہب والوں کے لئے دیگر انواع کی قانون سازی عمل میں لائی جائے تو اس سے تو معاشرہ میں بڑی گڑبڑ اور الجھن رونما ہوگی۔

جواب:- یہی تو وہ امر ہے جس کی طرف میں توجہ دلا رہا ہوں۔ میں یہ تجویز نہیں کر رہا کہ ہر سیاسی حکومت انواع و اقسام کی قانون سازی کا اہتمام کرے۔ جس سے مختلف مذاہب کی مقتضیات علیحدہ علیحدہ پوری ہو سکیں۔ موجودہ حکومتوں کے وسیع تر تناظر میں ایسا کرنا نہ تو ممکن ہے اور نہ ہی قابل عمل ہے۔

جناب صدر کے اختتامی کلمات

ہم یہاں مختلف مذہبی جماعتوں والے باہم مل جل کر باہمی مفاد کے کام انجام دے رہے ہیں۔ ہم میں عیسائی بھی ہیں، ہندو بھی ہیں اور مسلمان بھی ہیں۔ ہم ایک دوسرے کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہیں کرتے۔ ہم باہمی تعاون و اشتراک سے کام لیتے ہوئے بہت صحت مند بنیادوں پر اپنے جملہ امور انجام دے رہے ہیں۔ میں یہاں کی تمام تنظیموں کی طرف سے خلوص دل سے ساتھ آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میں اُمید رکھتا ہوں کہ جب آپ سر بنام سے واپس تشریف لے جائیں گے تو آپ ہمارے اس وطن کے بارہ میں بہت اچھے خیالات و جذبات کے ساتھ یہاں سے رخصت ہوں گے اور یہاں اپنے بے شمار نئے دوست احباب اپنے پیچھے چھوڑ جائیں گے جو ہمیشہ آپ کو یاد رکھیں گے۔ میری تمنا ہے آپ کا سفر خیر و عافیت سے گزرے اور بہت کامیاب مراجعت پر منتج ہو۔

(الفضل انٹرنیشنل لندن ۱۳ تا ۱۹ جنوری ۱۹۹۵ء)

ولادت

مکرم شوکت انصاری صاحب مبلغ سلسلہ چنئہ کُنٹہ کے ہاں ۱۷ دسمبر ۹۴ء کو لڑکی تولد ہوئی ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ نے "صبیحہ تبسم" نام تجویز فرمایا ہے۔ نومولودہ کی صحت و سلامتی درازی عمر اور خادم دین بننے کے لئے درخواست دُعا ہے۔ (اعانت ؍۲۵)

(ادارہ)

درخواست ہائے دعا

★ سیدہ شاہد بانو خوردہ (اڑیسہ) کے گھر والے اکثر بیمار رہتے ہیں مالی پریشانی سے بھی دوچار ہیں۔ صحت و سلامتی اور پریشانیوں کے ازالہ کے لئے درخواست دُعا ہے۔ (اعانت ؍۲)

★ محمد سلیم نور بھدرک (اڑیسہ) اہل و عیال اور والدین کی صحت و سلامتی اور مالی پریشانی کے ازالہ کے لئے (اعانت ؍۵)

★ مکرم سید فضل جلیل صاحب کٹک (اڑیسہ) جانی و مالی پریشانیوں سے دوچار ہیں ایک بچی دل کی مریضہ ہے تمام اہل و عیال کی صحت و سلامتی دینی و دنیوی ترقی اور جملہ پریشانیوں کے ازالہ کیلئے درخواست دعا ہے۔ (اعانت ؍۳۰)۔ مرحوم سید فضل صادق صاحب کی مغفرت بلندی درجات اور اہل و عیال کی دینی و دنیوی ترقیات کے لئے درخواست دُعا ہے۔ (صبیحہ جلیل کٹک)

★ عزیز زبیر احمد (واقف نو) نے بفضلہ تعالیٰ بعمر ۶ سال قرآن مجید ختم کر لیا ہے عزیز کی پڑھائی میں کامیابی اور صالح خادم دین بننے کیلئے درخواست دُعا ہے (زہرہ بیگم زعوان سائی)

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۷ جنوری ۱۹۹۵ء بمقام مسجد فضل لندن

اس رمضان میں اپنے لئے میرے لئے اور تمام دنیا کے لئے دعا کریں کہ اللہ سب سے اپنی رحمتوں اور مغفرتوں کے سلوک فرمائے

میں ہر سال احباب جماعت کو رمضان میں ایک خاص دُعا کی طرف توجہ دلاتا ہوں اس سال آپ کو اس دُعا کی طرف توجہ دلاتا ہوں ———!

از سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

لندن (ایم۔ ٹی۔ اے) سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد رمضان کی برکت و اہمیت پر بصیرت افروز خطبہ ارشاد فرمایا۔ ابتداء خطبہ میں حضور نے درج ذیل آیت قرآن کی تلاوت فرمائی۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ فَمَنْ کَانَ مِنْکُمْ مَّرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ وَعَلَی الَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَہٗ فِدْیَۃٌ طَعَامُ مِسْکِیْنٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا فَھُوَ خَیْرٌ لَّہٗ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ ھُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْھُدٰی وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَھِدَ مِنْکُمُ الشَّھْرَ فَلْیَصُمْہُ وَمَنْ کَانَ مَرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ وَلِتُکْمِلُوا الْعِدَّۃَ وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰکُمْ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ۝ وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَ ۝ (البقرہ ۱۸۴ - ۱۸۷)

حضور نے فرمایا یہ وہ چار آیات ہیں جن کی میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے اور ان کا تعلق رمضان مبارک سے ہے۔ پہلے بھی ان آیات پر گفتگو ہو چکی ہے۔ اس وقت میں اس کے آخری حصے کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں" وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ" جب میرے بندے تجھ سے میرے بارے میں پوچھیں تو میں قریب ہوں یہاں یہ نہیں فرمایا کہ ان کو جواب دے کہ میں قریب ہوں بلکہ براہ راست جواب دیا جا رہا ہے کہ میں قریب ہوں" اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ" میں پکار کرنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارے" فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ" پس چاہیئے کہ وہ بھی میری بات کو قبول کرتے ہوئے جواب دے" وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ" اور مجھ پر ایمان لائیں" لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَ" تاکہ وہ ہدایت اور سچائی کے راستہ کو پائیں" یَرْشُدُوْنَ" میں عقل و ہدایت اور ہر درست بات شامل ہے۔

حضور نے فرمایا رمضان مبارک اس پہلو سے بہت اہم مہینہ ہے کہ اس میں تمام شریعت کے احکامات اجتماعی طور پر اپنے عروج کو پہنچ جاتے ہیں گویا کہ یہ ایک گہری مشق کا مہینہ ہے اور اس مہینے کا آخری خلاصہ یہ ہے کہ اللہ بندے کو دُعاؤں کی قبولیت کے انعام سے نوازتا ہے۔

اپنے بصیرت افروز خطبہ جمعہ کو جاری رکھتے ہوئے حضور انور نے استغفار و مغفرت اور کی عظیم الشان فلاسفی بیان فرمائی۔ حضور نے فرمایا اللہ کی مغفرت اور بندوں کی ایک دوسرے کو بخش دینے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ انسان بعض دفعہ دوسرے کا گناہ معاف کر کے اپنے آپ کو بُرا محسوس کرنے لگتا ہے جبکہ مغفرت انکسار کو چاہتی ہے اور یہ سبق اللہ سے سیکھنا چاہیئے کہ بندے کی مغفرت کرتے وقت وہ گناہگار بندے کے قریب آ جاتا ہے۔ اور انتہا تک گناہوں میں ملوث ہو جانے والے کو بھی اس کے قریب آ کر بخش دیتا ہے۔ اس ضمن میں حضور انور نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث بیان فرمائی جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے گناہگار کی مغفرت کا بیان فرمایا کہ جو بدیوں کے شہر سے ہجرت کر کے نیکیوں کے شہر کی طرف جا رہا تھا لیکن پہنچ نہ سکا تھا لیکن خدا کی ستاری و غفاری نے اس کی مغفرت فرمائی۔ پس جو آدمی نیک نیت اور حسن اخلاص سے بدیوں کو چھوڑ کر نیکیوں کی طرف حرکت بھی کرنے لگتا ہے اللہ تعالیٰ کی غفاری کی چادر اس کو اپنی گود میں لے لیتی ہے اور یہی وہ مضمون ہے" اِنِّیْ قَرِیْبٌ کا" حضور نے فرمایا یہ وہ اہم مضمون ہے جس کی طرف رمضان میں داخل ہونے سے پہلے میں آپکی توجہ مبذول کراتا ہوں۔ حضور نے فرمایا اس رمضان میں اپنے لئے بھی یہ دُعائیں کریں میرے لئے بھی یہ دعائیں کریں اور جماعت کے تمام افراد اور تمام دنیا میں میرے رفقاء کار کے لئے اور تمام دنیا کے لئے یہ دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ سب سے اپنی رحمتوں اور مغفرتوں کے سلوک فرمائے۔

حضور نے فرمایا میں ہر سال رمضان کے مہینہ میں احباب جماعت کو ایک خاص دعا کی طرف توجہ دلاتا ہوں اس سال آپ کو اس دعا کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ اپنے بصیرت افروز اور عرفان سے بھرپور خطبہ جمعہ کو جاری رکھتے ہوئے حضور نے مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے ذریعہ دنیا بھر کے مسلمانوں کو رمضان کی برکات و فضائل سے آگاہ فرمایا اور اس سلسلہ میں سرور کائنات حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض احادیث مبارکہ ترجمہ کے ساتھ پڑھ کر سنائیں اور پھر ان کی ایمان افروز تفاسیر بھی بیان فرمائیں اور پھر آخر پر فرمایا کہ خدا کرے کہ وہ نیکیاں جو ہم رمضان میں کمائیں وہ قدم قدم پر ہماری زندگیوں میں ہمارے ساتھ رہیں۔

C.K.ALAVI
RABWAH WOOD INDUSTRIES
MAHDI NAGAR, VANIYAMBALAM - 679339 (KERALA)
TIMBER LOGS SAWN SIZE
TEAK POLES & WOODEN FURNITURE.

رمضان المبارک کا مقدس مہینہ اور ادائیگی زکوٰۃ

صاحب نصاب احباب جلد توجہ فرمائیں

زکوٰۃ ایک شرعی فریضہ ہے اور اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ایک اہم رکن ہے اور ہر صاحب نصاب کے لئے اس کی ادائیگی نہایت ضروری ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ رمضان کے مقدس ایام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بے انتہا صدقہ وخیرات فرمایا کرتے تھے پس احباب جماعت کو بھی چاہیئے کہ اپنے پیارے آقا اور مطاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں وہ اس مبارک اور بابرکت مہینہ میں جہاں اپنے لازمی چندہ جات کی ادائیگی کیطرف توجہ کریں۔ وہاں صاحب نصاب احباب ابھی سے اپنی زکوٰۃ کا حساب کرکے واجب الادا زکوٰۃ کی ادائیگی کی طرف توجہ فرمادیں۔

جملہ سیکرٹریان مال کو چاہیئے کہ اپنی اپنی جماعت کے صاحب نصاب احباب کو اس فریضہ کی طرف توجہ دلائیں تاکہ زکوٰۃ کی مد میں زیادہ سے زیادہ وصولی ہو سکے اگر ہمارے احباب اور ہماری بہنیں پورے طور پر جائزہ لیں تو بفضلہ تعالیٰ اکثر گھروں سے کچھ نہ کچھ زکوٰۃ نکل سکتی ہے۔

عید فنڈ:۔ نیز سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ مبارک سے ہر کمانے والے فرد کے لئے کم از کم ایک روپیہ فی کس کی شرح سے۔ عید فنڈ مقرر ہے اس لئے احباب اس مد میں زیادہ سے زیادہ چندہ ادا کرکے عنداللہ ماجور ہوں۔ اس مد میں وصول ہونے والی ساری رقم مرکز میں آنی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے فضل سے جملہ احباب جماعت کو ان ضروری فریضوں کی ادائیگی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ناظر بیت المال۔ آمد قادیان

صدقۃ الفطر

اسلامی حکموں میں سے جو حکم حقوق العباد سے تعلق رکھتے ہیں ایک حکم صدقۃ الفطر کا بھی ہے جو کہ تمام مسلمان مردوں اور عورتوں اور بچوں پر خواہ وہ کسی حیثیت کے ہوں فرض ہے جو شخص اس فرض کو ادا نہ کر سکتا ہو اس کی طرف سے اس کے سرپرست یا مربی کے لئے ضروری ہے کہ وہ ادا کرے۔ بلکہ معتبر روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ غلام اور نوزائیدہ بچوں پر بھی صدقۃ الفطر فرض ہے۔

اس کی مقدار ہر ذی استطاعت کے لئے ایک صاع عربی پیمانہ مقرر ہے جو کم و بیش ۲½ کلو کا ہوتا ہے۔ سالم صاع کا ادا کرنا افضل اور اولیٰ ہے البتہ جو شخص سالم صاع ادا کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو وہ نصف صاع بھی ادا کر سکتا ہے چونکہ آج کل صدقۃ الفطر نقدی کی صورت میں ادا کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے جماعتیں غلہ کے مقامی نرخ کے مطابق فطرانہ کی شرح مقرر کر سکتی ہیں۔ صدقۃ الفطر کی ادائیگی عیدالفطر سے کم از کم پانچ روز پہلے ہو جانی چاہیئے تاکہ بیواؤں اور یتیموں کی اس رقم سے طعام اور لباس کے ذریعہ بروقت امداد کی جا سکے۔

یہ رقم مقامی غرباء اور مساکین پر بھی خرچ کی جا سکتی ہے۔ لیکن جن جماعتوں میں صدقۃ الفطر کے مستحق لوگ نہ ہوں وہ ایسی تمام رقوم مرکز میں بھجوا دیں یاد رہے کہ صدقۃ الفطر سے دیگر مقامی ضروریات پر خرچ کرنے کی ہرگز اجازت نہیں۔ قادیان کے اردگرد غلہ کی اوسط قیمت کے مطابق ایک صاع کی قیمت دس روپے بنتی ہے۔ قادیان کے لئے یہی پوری شرح مقرر کی گئی ہے۔

ناظر بیت المال آمد قادیان

چندہ رسالہ ریویو آف ریلیجنز

خریداران رسالہ ریویو آف ریلیجنز کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ یکم جنوری ۱۹۹۵ء سے اس کا چندہ مبلغ ۱۲۰ روپے سالانہ مقرر کیا گیا ہے۔ احباب اس کے مطابق اس رسالہ کا چندہ ادا کرکے ممنون فرمائیں۔

۔(ناظر نشر و اشاعت قادیان)۔

منقولات

پاکستان میں نماز جمعہ کے دوران مسجدوں کے باہر پولیس تعینات ہوگی

اسلام آباد ۲۱ر جنوری (یو این۔آئی) فیڈرل سرکار نے دہشت پسندوں کے حملوں کو روکنے کے لئے نماز جمعہ کے دوران مسجدوں کے باہر پولیس تعینات کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ حکومت اس بات کی پلاننگ بھی کر رہی ہے کہ ٹو وہیلر پر ڈبل سواری پر جمعہ کے روز ۱۲ بجے سے ۳ بجے بعد دوپہر تک پابندی لگادی جائے تاکہ مسجد پر دستی بم کے گولے پھینکنے اور فائرنگ کو روکا جائے۔ (ہند سماچار جالندھر ۲۲ر جنوری ۱۹۹۵ء)

بقیہ صفحہ ۲ اداریہ

نفس اکثر یہ بہانہ پیش کرتا ہے کہ اگر روزہ رکھا تو کمزور یا بیمار ہو سکتا ہوں لیکن اگر مرض حقیقی اور یقینی ہے تو روزہ چھوڑ دینا چاہیئے کہ اس میں اطاعت خداوندی اور اجر عظیم کی توقع کی جاسکتی ہے

رمضان ہی وہ بابرکت مہینہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ انسان کے بہت قریب آجاتا ہے اور بخشش کے سامان کرتا ہے اگر ہم پورے عزم اور توجہ کے ساتھ اس بات پر مستعد ہو جائیں کہ اس ماہ میں جتنی نیکیاں کر سکتے ہیں ضرور کرلیں اور اللہ کی رضا کو جہاں تک توفیق ہے حاصل کرنے کی کوشش کریں اگرچہ کہ یہ مہینہ ۳۰ دن کے بعد گذر جاتا ہے تاہم اگر ان دنوں میں کمائی ہوئی نیکیوں پر دوام اور مستقل مزاجی سے قائم ہو جائیں تو ایسی جاری و ساری برکتیں حاصل ہو جاتی ہیں جن کے نتیجہ میں ضرور بخشش کے سامان مہیا ہو سکتے ہیں۔

پس رمضان کی ان بابرکت گھڑیوں سے فائدہ اٹھانے کیلئے ہمیں نمازوں روزوں، نوافل، تراویح، تہجد تلاوت قرآن مجید میں بھرپور حصہ لینا ہے بالخصوص اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کے درس القرآن کی صورت میں جو عظیم مائدہ عطا فرمایا پیاس سے بھی سیر ہونے کی کما حقہ کوشش کرنی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

(قریشی محمد فضل اللہ)

NEW INDIA RUBBER WORKS (P) LTD
34A, DEBENDRA CHANDRA DEY ROAD CALCUTTA-15

کاروباری دنیا میں اپنا نام روشن کرنے کیلئے

وقت کی ضرورت قومی تجارت ACTIVITIES GUIDE

اور کاروبار میں ہر قسم کی جانکاری کے لئے

"ادارہ قومی تجارت سے رابطہ قائم کریں"

کشمیر سے لیکر کنیاکماری تک آپ ہندوستان کے کسی بھی کونے میں بیٹھ کر کیا کر رہے ہیں۔ قومی تجارت اس کاروبار کی مکمل اور تفصیلی ACTIVITIES GUIDE پیش کر رہی ہے۔ آپ اس میں اپنا پورا اڈریس اور PRUDUCT کا نام دے سکتے ہیں۔

ANEES AHMAD ASLAM
At/P.O QADIAN Dstt. GURDASPUR
PIN-143516, PUNJAB-(INDIA)

साप्ताहिक 'बद्र'
क़ादियान [पंजाब]

सम्पादक :-
मुनीर अहमद ख़ादिम
उप सम्पादक :-
मुहम्मद नसीम ख़ान
क़ुरैशी मुहम्मद फज़लुल्लाह

हिन्दी भाग वर्ष 2 19-26 जनवरी 1995 अंक 3-4

पवित्र क़ुर्आन

रोज़े (उपवास) रखना तुम्हारे लिए अच्छा है।

हे ईमान लाने वाले लोगों ! तुम्हारे लिए रोज़े रखने उसी प्रकार ज़रुरी ठहराए गए हैं जिस प्रकार उन लोगों के लिए ज़रुरी ठहराए गए थे जो तुम से पहले हो चुके हैं ताकि तुम (आध्यात्मिक और नैतिक त्रुटियों से) सुरक्षित रहो।

(अतएव तुम रोज़े रखो) ये गिनती के कुछ दिन हैं और तुम में से जो व्यक्ति रोगी हो अथवा मुसाफ़िर हो तो उसे दूसरे दिनों में गिनती पूरी करनी होगी तथा उन लोगों के लिए जो इस (रोज़े) की शक्ति न रखते हों (आर्थिक शक्ति होने पर) एक निर्धन का भोजन देना ज़रुरी है एवं जो व्यक्ति पूर्ण रुप से आज्ञाकारी बन कर अच्छे कर्म करेगा तो यह उस के लिए अच्छा होगा और यदि तुम ज्ञान रखते हो तो (समझ सकते हो कि) तुम्हारा रोज़े रखना तुम्हारे लिए अच्छा है।

अल्-बक़र : 184-185)

जो व्यक्ति झूठ बोलने से नहीं डरता अल्लाह को उसके भूखा और प्यासा रहने की कोई आवश्यकता नहीं।

(पवित्र कथन हज़रत मुहम्मद मुस्तफ़ा सल्लल्लाहो अलैहि वसल्लम)

हज़रत अबूहुरैरः (अल्लाह उन से राज़ी हो) वर्णन करते हैं कि हज़रत मुहम्मद मुस्तफ़ा सल्लअम ने फ़र्माया कि अल्लाह फ़र्माता है कि मनुष्य के सब काम उस के अपने लिए हैं किन्तु रोज़ा (व्रत) मेरे लिए है और मैं उसका बदला बनूंगा अर्थात् उस की इस नेकी के बदले में उसे अपनादर्शन दूंगा। अल्लाह फ़र्माता है रोज़ा एक ढाल है। अतः तुम में से जब किसी ने रोज़ा रखना हो तो न वह व्यर्थ बातें करे और न शोर करे। यदि उस से कोई झगड़े और गाली दे तो वह उत्तर में केवल यह कह दे कि मैंने तो रोज़ा रखा हुआ है। क़सम है उस ख़ुदा की जिस के हाथ में मुहम्मद की जान है कि रोज़ा रखने वाले के मूंह की गंध अल्लाह के निकट कस्तूरी से भी अधिक पाक, पवित्र एवं सुगंधित है क्योंकि उस ने अपनी यह हालत केवल अल्लाह के लिए की है। रोज़ा रखने वालों को दो ख़ुशियां उस के भाग्य में लिखी हैं। एक ख़ुशी उसे उस समय होती है जब वह रोज़ा खोलता है और दूसरी ख़ुशी उसे उस समय होगी जब रोज़े के कारण उसे अल्लाह के दर्शन होंगे।

(बुख़ारी शरीफ़ किताबुस्सौम भाग 1 पृष्ठ 251)

हज़रत अबूहुरैर : (अल्लाह उन से राज़ी हो) वर्णन करते है कि हज़रत मुहम्मद मुस्तफ़ा सल्लअम ने फ़र्माया कि जो व्यक्ति झूठ बोलने और झूठ पर चलने से नहीं रुकता। अल्लाह को उस के भूखा और प्यासा रहने की कोई आवश्यकता नहीं है। (अर्थात ऐसे मनुष्य का रोज़ा रखना व्यर्थ है।)

(बुख़ारी शरीफ़ किताबुस्सौम)

रोज़े मनुष्य को पाप से बचाते हैं।

(हज़रत मिर्ज़ा बशीरुद्दीन महमूद अहमद साहिब रज़ि०)

उपवास का आदेश लगभग सभी धर्मों में पाया जाता है किन्तु जिस रुप में इस्लाम ने इसको उपस्थित किया और सुरक्षित रखा है वह शेष धर्मों से निराला एवं अनुपम है। इस्लाम में 'रोज़ा' अर्थात् उपवासों का यह रुप है कि प्रत्येक वयस्क, बुद्धिमान को अनवरत एक मास रोज़े (उपवास) रखने का आदेश है। वह व्यक्ति अपवाद है जो अस्वस्थ या रोगी हो अथवा उसे रोग हो जाने का निश्चयात्मक विश्वास हो अथवा यात्रा पर हो अथवा सर्वथा बृद्ध और दुर्बल हो गया हो। ऐसे लोग जो रोग्रस्त अथवा यात्रा पर हों, उनके लिए आदेश है कि दूसरे समय पर रोज़े रखें एवं जो नितांत विवश हो गए हों, उनके लिए कोई उपवास नहीं। 'रोज़ा' का यह स्वरुप है कि प्रातः पौ फटने से लेकर सूर्यास्त होने तक कोई वस्तु खाए न पिए न न्यून न अधिक, न ही स्त्री-पुरुष के विशेष सम्बन्ध की ओर ध्यान दे। पौ फटने से पूर्व कुछ भोजन खाले एवं जलपान कर ले ताकि शरीर पर अत्यधिक बोझ न पड़े। केवल संन्ध्या समय को ही खा कर अनवरत रोज़े रखना इस्लामी शरीअत ने वर्जित और नापसन्द किया है। 'रोज़ा' के रहस्य पवित्र क़ुर्आन ने सूरहः बक़रा में यह बताए हैं :

कि तुम परमेश्वर की महानता को प्रदर्शित करो, इस कारण कि उसने तुम को सत्य मार्ग दिखाया है एवं ताकि तुम में धन्यावाद करने की शक्ति उत्पन्न हो। अर्थात् एक लाभ तो यह अभीष्ट है कि तुम उन दिनों में सम्पूर्ण दिन खान-पान आदि दैनिक क्रियाओं से दूर रहने तथा भौतकीय जीवन से ध्यान हट जाने के कारण परमेश्वर के नाम का अधिक जाप करोगे। दूसरा लाभ यह अभीष्ट है कि इस प्रकार क्षुधा का कष्ट अनुभव कर के तुम्हारे हृदय में धन्यावाद की भावना जन्म लेगी क्योंकि मनुष्य का अपना नियम है कि जब तक उसके पास कोई ईश्वर प्रदत्त जीवनोपयोगी पदार्थ विद्यमान होते हैं उसका उसे मूल्य ज्ञात नहीं होता। जब छिन जाए तो फिर उसके मूल्य का पता चलता है। बहुत से नेत्रों वाले सज्जनों के मस्तिष्क में सारी आयु यह कभी नहीं आता कि नेत्र भी कोई अमूल्य वस्तु है किन्तु जब किसी के नेत्र जाते रहते हैं तब उसे विदित होता है कि नेत्र परमेश्वर की कैसी अमूल्य वस्तु है। इसी प्रकार 'रोज़ा' में जब मनुष्य भूखा रहता है एवं उसे भूख की पीड़ा का अनुभव होता है तो तब उसे विदित होता है कि परमेश्वर ने उसे कैसा सुख प्रदान किया है एवं यह कि उसे सुखमय जीवन को श्रेष्ठ तथा लाभदायिक कार्यों में व्यय करना चाहिए न कि आलस्य और खेल तमाशों एवं अन्य व्यर्थ के कार्यों में।

पुनः परमेश्वर का कथन है कि 'रोज़ा' का उद्देश्य यह है कि :

लअल्लकुम तत्तक़ून

अर्थात् ताकि तुम को तक़वा प्राप्त हो। यह 'तत्तकन' का शब्द पवित्र क़ुर्आन में तीन अर्थों में प्रयुक्त होता है। एक दुखों से बचने के अर्थ में दूसरे पाप से बचने के अर्थ में एवं तीसरे आध्यात्मिकता के उच्च स्तर की प्राप्ति के सम्बन्ध में।

अतः इस शब्द के द्वारा 'रोज़े' के तीन सूक्ष्म तत्व परमेश्वर ने बताए हैं पहला तत्व यह है मनुष्य रोज़ा द्वारा दुखों से बच जाता है। प्रकट रुप में यह बात आश्चर्य जनक प्रतीत होती है कि 'रोज़े' से मनुष्य दुःख से बचे क्योंकि 'रोज़े' से तो मनुष्य को और अधिक कष्ट पहुंचता है किन्तु जब गम्भीरता पूर्वक विचार किया जाए तो 'रोज़ा' वास्तव में मनुष्य को दो पाठ देता है जिससे उसकी जातीय रक्षा होती है। प्रथम पाठ तो यह है धनाढ्य लोग जो साल भर उत्तम से उत्तम भोजन खाते रहते हैं उनको अपने निर्धन भाइयों के कष्टों का जो बिना खाए क्षुधातुर ही दिन व्यतीत करते हैं अनुभव भी नहीं होता। न उन्होंने क्षुधा की यातना देखी होती है, न क्षुधा-कष्ट का वे अनुमान लगा सकते हैं। किन्तु इस्लाम के आदेशानुसार बड़े से बड़े धनवानों को भी रोज़े रखने पड़ते हैं एवं तब उनको विदित हो जाता है कि क्षुधा की यातना कैसी होती है और तब अपने निर्धन भाइयों की अवस्था का समुचित अनुमान हो जाता है एवं उनके प्रति सहानुभूति की भावना हृदयों में उत्पन्न होती एवं उसका परिणाम जाति की उन्नति तथा सुरक्षा होती है। जाति की रक्षा वास्तव में व्यक्ति की रक्षा होती है।

दूसरा रुप यह है कि इस्लाम नहीं चाहता कि लोग आलसी एवं असावधान हों एवं कष्ट सहन करने की उनमें प्रवृत्ति न हो, प्रत्युत वह चाहता है कि आवश्यकता पड़ने पर वह प्रत्येक प्रकार का परिश्रम और कठोरता सहन करने की सामर्थ्य रखते हों। 'रोज़े' प्रति वर्ष मुसलमानों में यह सामर्थ्य उत्पन्न कर जाते है। जो व्यक्ति इस्लाम के इस आदेश पर चलने वाले हों वे कभी विलासिता एवं असावधानी में ग्रस्त हो कर नष्ट नहीं हो सकते।

किसी क़ौम की देश-भक्ति को संदिग्ध न समझा जाए।

शान्ति के अवतार हज़रत मिर्ज़ा ग़ुलाम अहमद साहिब क़ादियानी अलैहिस्सलाम ने यह शिक्षा दी है कि शान्ति स्थापना के लिए आवश्यक है कि एक ही देश में रहने वाले विभिन्न लोगों में से किसी को यह अधिकार नहीं है कि वह अपने दूसरे देशवासियों की देश-भक्ति को शंका की दृष्टि से देखे। इससे न केवल शान्ति समाप्त होती है बल्कि हम बाहरी शक्तियों को अपने पर हावी होने का निमन्त्रण देते है। जैसा कि आप फ़र्माते है :-

"हिन्दू और मुसलमान इस देश में दो ऐसी क़ौमें हैं कि यह एक असम्भव विचार है कि किसी समय हिन्दू इकट्ठे हो कर मुसलमानों को इस देश से बाहर निकाल देंगे या मुसलमान इकट्ठे हो कर हिन्दुओं को यहाँ से निर्वासित कर देंगे। जो व्यक्ति तुम दोनों क़ौमों में से दूसरी क़ौम के विनाश का इच्छुक है। उसकी उदाहरण उस व्यक्ति जैसी है जो किसी शाख पर बैठकर उसी को काटता है।"

(पैग़ामे सुलह, पृष्ट-5)

हज़रत मिर्ज़ा ग़ुलाम अहमद साहिब क़ादियानी अलैहिस्सलाम ने शान्ति-स्थापना के लिए यह आवश्यक ठहराया है कि प्रत्येक नागरिक में देश भक्ति की भावना को उजागर किया जाए। इसी प्रकार तत्कालीन शासन के प्रति आज्ञाकारिता की भावना पैदा की जाए। हज़रत मुहम्मद मुस्तफ़ा सल्लल्लाहो अलैहि वसल्लम ने फ़र्माया है:

देश-भक्ति ईमान का एक हिस्सा है। इसी प्रकार तत्कालीन शासक के प्रति आज्ञापालन की भावना भी इस्लाम धर्म का ही एक भाग है। जैसा कि हज़रत मिर्ज़ा ग़ुलाम अहमद साहिब क़ादियानी अलैहिस्सलाम फ़र्माते हैं :

"एक सच्चा मुसलमान जो अपने धर्म का वास्तविक ज्ञान रखता है उस सरकार के प्रति, जिस की कृपा छाया के नीचे शान्ति से जीवन निर्वाह करता है, सदैव निःस्वार्थ भाव और आज्ञापालन का ध्यान रखता है और धार्मिक अन्तर उसको सच्ची आज्ञाकारिता और आदेश पालन से नहीं रोकता।"

इसी प्रकार आप फ़र्माते हैं :-

"इस्लाम हमें कदापि यह शिक्षा नहीं देता कि हम एक अन्य जाति और दूसरे धर्म वाले शासक की प्रजा हो कर और उसकी छत्रछाया में प्रत्येक शत्रु से सुरक्षित रहते हुए भी उसके प्रति बुराई विद्रोह का विचार मन में लाए, बल्कि वह हमें यह शिक्षा देता है कि यदि तुम इस शासक के प्रति कृतज्ञता प्रकट न करो जिसकी शरण में तुम शान्ति से रहते हो, तो फिर तुम ने ख़ुदा का धन्यवाद भी नहीं किया।"

(तोहफ़ा-ए-कैसरिया, पृष्ठ 30)

इसी आधार पर जमाअत अहमदिय्या के युवकों तथा बच्चों से जहाँ पर वचन लिया जाता है कि वे धर्म की सेवा के लिए हर दम तैयार रहेंगे, वहाँ यह वचन भी लिया जाता है कि प्रत्येक युवक अपने देश की सेवा के लिए भी हर समय तत्पर रहेगा। जमाअत★

★अहमदिय्या के पन्द्रह से चालीस वर्ष तक की आयु के सदस्यों से जो प्रतिज्ञा ली जाती है वह इस प्रकार है।

"मैं प्रतिज्ञा करता हूं कि धार्मिक, सामाजिक तथा राष्ट्रीय हितों की सुरक्षा के लिए मैं अपने प्राण, सम्पत्ति, समय और सम्मान को न्योछावर करने के लिए हर समय तैयार रहूँगा।"

अर्थात् मातृ-भूमि की प्रतिष्ठा एवं सुरक्षा के लिए हर समय तत्पर रहने का आदेश प्रत्येक अहमदी युवक के लिए है। इसी प्रकार पन्द्रह वर्ष से छोटी आयु के बच्चों से यह वचन लिया जाता है कि :

मैं वचन देता हूं कि इस्लाम धर्म और मातृ-भूमि की सेवा के लिए हर समय तैयार रहूंगा।"

उपरोक्त वचन-शब्दों से स्पष्ट होता है कि कोई अहमदी उस समय तक अपने धर्म का पालन करने वाला नहीं कहा जा सकता जब तक कि वह पूर्णरुप से अपनी मातृ भूमि से प्रेम करने वाला न हो और अपने देश के सम्मान तथा मर्यादा की रक्षा के लिए सब कुछ न्योछावर करने के लिए तैयार न हो। यह हज़रत मिर्ज़ा ग़ुलाम अहमद साहिब क़ादियानी अलैहिस्सलाम का एहसान है कि आप ने इस्लामी शिक्षा के मार्गदर्शन में देश-भक्ति और तत्कालीन शासकों के प्रति वफ़ादारी की भावना को अपनी जमाअत में इस प्रकार सुनिश्चित किया है कि आज अल्लाह की विशेष कृपा से अहमदी संसार के जिस देश में भी हों उस देश के शेष सभी लोगों से देश-भक्ति में आगे है।

लैदर बैलट, बैग, जैकट व बैलट

आदि के उत्तम निर्माता

मैः निशा लैदर

19 ए, जवाहर लाल नेहरु रोड कलकत्ता-700081

For Dollo Supreme

CTC TEA

In 100 & 200 Gms. Pouche

Contact : Tass & Company

P-48 Princeep Street, CALCUTTA-700071

Phone 263287, 279302

बब्बल प्रैस, क़ादियान। प्रिन्टर व पब्लिशर : मुनीर अहमद हाफ़िज़ाबादी क़ादियान